رجسٹرڈ نمبر ایل ۳۲۲۳

علمی، ادبی، اقتصادی، تاریخی، سیاسی، اردو عربی

ماہنامہ

قائد

مرادآباد

مدیر مسئول

…ن الدین اختر اسلام

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا حکیم) انظار احمد فیل خانہ مرادآباد

قائد التحریر

سید محمد میاں

…دکاغذ گلیز عہ، سفید کاغذ رف عہ

… عہ ، ، ۱۲ر

برقی پریس ساڑھے کمپنی مرادآباد

فی پرچہ ۳ر

نمونہ مفت

جریدہ مختصہ بنیاد ۱۳۵۷ھ	# قواعد ضوابط رسالہ	تاریخ القائد ۱۳۵۷ھ

(۱) رسالہ کا نیا سال محرم سے شروع ہوتا ہے اور انگریزی ماہ کی ۵ تک رسالہ ڈاک خانہ میں پہنچا دیا جاتا ہے

(۲) اندرون ہند میں انگریزی ماہ کی ۱۴ تک رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع فوراً دفتر کو دی جائے

(۳) اگلے ماہ کی ۱ تاریخ کے بعد رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت ہوگی تو رسالہ قیمت سے بھیجا جائیگا

(۴) پتہ صاف اور واضح خوشخط تحریر فرمایا جائے۔ اگر انگریزی کے پتہ کی ضرورت ہو تو مطلع کیا جائے۔

(۵) خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

(۶) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے ورنہ دفتر جواب کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

(۷) مہذب اشتہارات شائع کئے جاسکتے ہیں بشرطیکہ نصف پیشگی ادا فرمائی جائے۔

(۸) مہذب و مستند مضامین شائع کئے جاسکتے ہیں مگر مسلک کے مخالف مضامین پر سنجیدہ تبصرہ بھی کیا جائیگا۔

(۹) چندہ سالانہ بذریعہ منی آرڈر آنا ضروری ہے

(۱۰) ترسیل زر بنام مولانا حکیم الظار احمد صاحب مدیر انتظامی رسالہ قائد ہونی چاہیے۔

(۱۱) ایجنسی کی شرائط بذریعہ خط و کتابت طے کی جائیں۔

اجرت اشتہارات			شرح چندہ		
¼ صفحہ	½ صفحہ	ایک صفحہ	بیرون ملک	اندرون ملک	
ایک بار عہ	ایک بار صہ	ایکبار سے	سالانہ ۳ شلنگ	عہ	سالانہ
ایک سال یعنی	ایک سال یعنی	ایک سال یعنی	نمونہ	للہ	ششماہی
۱۲ مرتبہ صہ	۱۲ مرتبہ للعہ	۱۲ مرتبہ معہ	مفت	۲ر	فی پرچہ

تین کام

عزیز قائد کی ترقی کے لئے تین صورتیں عرض کی گئیں تھیں۔ اول نئے خریدار بنانا دوم ا[پنے] شہر کے ایجنٹوں کو قائد کی ایجنسی قائم کرنیکے لئے ترغیب دینا۔ یا ایجنٹوں اور علم دو[ست] حضرات کے پتے روانہ کرنا۔ سوم کاروباری حضرات کو قائد میں اشتہار دینے کیلئے آمادہ کرنا۔ ان تین کاموں [میں] اس ماہ جناب نے کونسا کام کیا؟ قائد اپنے ہر خریدار سے مذکورہ تین کام لینا چاہتا ہے جس میں پیسہ کا کچھ خر[چ]

تمام بلند پایہ علمی رسالوں میں سب سے سستا ماہنامہ

"قائد" جس نے

صرف ڈیڑھ سال کے عرصہ میں عام مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ اپنی زبان سے تعریف مناسب نہیں۔ ہندوستان کے بعض مسلمہ علماء کے ارشادات بجنسہ درج کئے جاتے ہیں اور استدعا کی جاتی ہے کہ رسالہ کی مستقل خریداری منظور فرما کر رسالہ کے عظیم الشان تبلیغی مقصد کو کامیاب فرمائیے۔

زعیم مشرق حضرت علامہ مولانا عبید اللہ صاحب سندھی کے ارشادات گرامی

میں ہندوستان آنے سے مایوس ہو چکا تھا۔ مگر جب میں نے دیکھا کہ امام ولی اللہ (حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ) کا فلسفہ اسلام اور سیاست ہے کہ دنیا اس کو پسند کر سکتی ہے تو خیال ہوا کہ ہندوستان میں اسکی اشاعت ضروری ہے۔ اسی نظریہ کی بنا پر مجھے ہندوستان کی واپسی کا شوق پیدا ہوا۔ مگر جب مکہ معظمہ میں رسالہ قائد کے چند نمبر پڑھے تو مجھے بڑی مسرت ہوئی کیونکہ میں نے دیکھا کہ ہندوستان واپس ہونے کا جو مقصود تھا وہ اس جماعت نے شروع کر دیا ہے۔ جماعت "قائد" کی روح رواں ہے۔ میں تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ رسالہ قائد کا مطالعہ ضروری تصور کریں اور اس کو بغور پڑھا کریں۔ قائد ایک ترقی کرنے والی جماعت کا ارگن ہے۔ میں اپنے مشورے اس جماعت کو دیتا رہوں گا۔ ممکن ہے یہ میرے خیالات کا آرگن بن جائے۔ (عبید اللہ سندھی)

ارشاد مبارک شیخ الاسلام مجاہد جلیل مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ

میں نے رسالہ قائد کے بعض بعض مضامین دیکھے۔ لیکن پہلے ہی سے اسکے کارکنوں سے واقف ہوں۔ سب کے سب ماشاء اللہ جوہر علم و فضل اور صحیح الخیال مخلص اور اہل کمال افراد ہیں۔ ان میں سے بہت سے حضرات نے خدمات ملیہ اور وطنیہ میں نہایت ہمت کے ساتھ بہت سی قربانیاں بھی دی ہیں۔ مجھ کو قوی امید ہے کہ قوم مسلم اور تمام ہندوستان کے لئے ان حضرات کی اور اس رسالہ کی رہنمائی نہایت صحیح اور بہت زیادہ کارآمد ہوگی۔ میں تمام ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں سے پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی ہمت افزائی فرمائیں اور اسکی خدمت میں بیش از بیش حصہ لیکر اپنے فرائض سے سبکدوشی حاصل کریں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو بیش از بیش توفیق عمل اور توفیق اصلاح دے اور ہر قسم کی خرابیوں سے بچائے۔ آمین۔ والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد

حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی مدظلہ العالی کی رائے عالی

یہ مفید رسالہ مراد آباد سے نکل رہا ہے اس کا مقصد سیرت طیبہ اور سیرت صحابہ کی روشنی میں مسلمانوں کی مذہبی سیاسی اور تمدنی اصلاح، قدیم و جدید قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ سے مسلمانوں کے جذبات ترقی کو بیدار کرنا۔ عربی خواں طلبہ میں عربی کا ذوق پیدا کرنا اور ہندوستان و حجاز کے درمیان صحافتی رابطہ کا قیام ہے۔ اگرچہ یہ مقصد نہایت اہم ہے لیکن خوش قسمتی سے رسالہ کو اہل علم و فکر اور حالات زمانہ سے واقف علماء کی سرپرستی اور قلمی امداد حاصل ہے۔ اس لئے اس مقصد میں کامیابی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اس رسالہ میں مسلمانوں کی دینی ضروریات اور دنیوی مصالح کی اہمیت کو ہم آہنگی کے ساتھ سمویا گیا ہے۔ مفید مذہبی اور تاریخی مضامین کے ساتھ سیاسی حالات خصوصاً مسلمانوں کی سیاست پر تنقید و تبصرہ اور لائق غور مشورے ہوتے ہیں۔ سیرۃ نبوی، سیر صحابہؓ، ترجمہ ابن کثیر، فقہی مسائل وغیرہ بہت سے مذہبی موضوعوں پر مفید اور مسلسل مضامین نکل رہے ہیں۔ اسلام اور آئین حکومت، اقتصادیات مسلم اور نصف ایمان کا سلسلہ زیادہ مفید ہے۔ تذکرات عرب کے عنوان کے ماتحت مولانا عبد الحق صاحب مدنی کا مضمون سیاست قرآن کا سلسلہ نکل رہا ہے۔ یہ سب کے سب مضامین مفید اور اچھے ہیں۔ منقول از معارف جمادی الثانی ۵۸ھ

صفحات ۴۲ - قیمت سالانہ صرف ایک روپیہ - ملنے کا پتہ

مولانا حکیم الطاف احمد مدیر اعزازی قائد، نیلغانہ - مراد آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سالانہ چندہ
ایک روپیہ (عہ)

ماہنامہ قائد مرادآباد

ممالک غیر
سالانہ ۳ شلنگ

ترسیل زر کا پتہ (مولینا حکیم انظار احمد مدیر انتظامی - فیلخانہ مرادآباد)

جلد ۲ | بابتہ ماہ ستمبر ۱۹۳۹ء مطابق رجب و شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ | نمبر ۷

فہرست مضامین

تاریخ اشاعت رسالہ "قائد": انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ

بادۂ معرفت

نعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

(امام العصر فخر المحدثین حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رح کا غیر مطبوعہ کلام)

گذشتہ ایک ماہ میں نے بحالی صحت کے لئے اپنے چھوٹے بھائی عزیز اکبر کے ساتھ اپنے آبائی وطن کشمیر میں گذارا۔ واپسی پر اس خیابان ارم اور رشک صد چمن گلزار سے سیدنا و مولانا حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہٗ العزیز کے علم دوست متوسلین کے لئے علم و ادب کے چند سرسبز اور تازہ بتازہ پھول چنتا لایا۔ اب بطور ارمغان مجھے اپنے دوستوں کی خدمت میں ان میں سے ایک پھول پیش ہے ؎ برگ سبز است تحفۂ درویش ؛ چہ کند بینوا ہمیں دارد

مجھے کشمیر میں حضرت علامہ مرحوم کے خدام سے اُن کی کئی نعتیں دستیاب ہوئی ہیں جو سب کی سب غیر مطبوعہ اور علامہ مرحوم کی اوائل زندگی کی ہیں۔ انشاء اللہ العزیز اس نعت کے بعد میں قائد کیلئے دوسرا تحفہ بھی پیش کرسکوں گا۔ (سید محمد ازہر شاہ قیصر خلف رشید حضرت امام قدس اللہ سرہٗ۔ ۱۴ راگست ۳۹ء دیوبند)

مرحبا بالصبا اذا عادت	من حجاز و لو عتی زادت
از بر دلبرم وزید و رود	اثرہا نفس مولع قادت
از پیمبر پیام بر آمد	حیث النفس قیدت انقادت
این نسیم است یا عبیر نعیم	طائر القلب بالھوی صادت
گرد از گرد او رسید بچشم	قامت النفس شرہا رادت
می رباید ہوائے جاناں را	تخرج النفس انہا کادت
میرم از بُعد قرب میر رسل	موتتی بالرحیل قد نادت
می رود جاں زراہ اشک رواں	الذی شاق نفسہ جادت
کے گراں جاں شوم بجان سبک	ھل سمعت النفوس قل عادت
انور از سر دہی تو در سر او	انہا نعمۃ فطوبیٰ لی

اساس انقلاب یا حقیقت نماز کے متعلق استاذ العلماء حضرت العلامہ الادیب الحاج مولانا محمد اعزاز علی صاحب شیخ الفقہ دارالعلوم دیوبند کی رائے

حامداً و مصلیاً۔ و مسلماً۔ اما بعد "اساس انقلاب" کو میں نے دیکھا۔ یہ رسالہ حضرت مولانا مولوی منصور صاحب کی دماغی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اس رسالہ سے نماز کی حقیقت۔ عبادت کی غرض و غایت جو کہ ایک مسلمان کے لئے اہم فرائض میں سے ہے معلوم ہوتی ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی ساتھ بہت سے علمی دقائق سہل اور عام فہم عبارتوں میں سمجھائے گئے ہیں۔ امید ہے کہ علم دوست حضرات اسکی بہت قدر کریں گے۔ اور بہت زیادہ نافع پائیں گے۔ محمد اعزاز علی غفرلہ ۹ رجب المرجب ۵۸ھ

شذرات

قیامت صغریٰ یا جنگ یورپ

خداوند تو ہی مالک ملک ہے جسکو چاہتا ہی ملک بخشتا ہی اور جس سی چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔ جسکو چاہتا ہی عزت بخشتا ہی اور جسکو چاہتا ہی ذلیل کرتا ہی۔ (قرآن حکیم) یہ ہے مسلمان کا عقیدہ جسکی قرآن حکیم نے تعلیم فرمائی جسکی بنا پر مسلمانوں کو حکم ہی لاتقنطوا من رحمة الله۔ تم خدا کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ وہی ہے جو موت کے بعد حیات بخشتا ہے۔ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے سوکھے اور چٹیل میدانوں کو دوبارہ لالہ زار اور شاداب مرغزار بناتا ہے۔

اگر خداوند عالم کی ان صفات کا مشاہدہ کرنا ہو تو جرمنی اور ترکی کی ۲۱ سالہ تاریخ پر نظر ڈالو۔ گذشتہ جنگ جرمنی اکتوبر ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی تو فرانس اور برطانیہ نے ملک ترکی کے حصے بخرے کر لیے اور جرمنی کو اپاہج بنا دیا۔ ترکوں نے فوراً ہی جد وجہد کر کے اپنا استقلال تسلیم کرا لیا۔ مگر جرمنی پر تاوان جنگ ڈالا گیا۔ جسکی مقدار کئی ارب روپیہ تھی۔ جرمنی کو جدید اسلحہ کے بنانے سے منع کر دیا۔ اسکے باشندوں کو حکم ہوا کہ وہ فرانس پہنچکر فرانس کے برباد شدہ علاقوں کی مرمت کریں منہدم مکانات کی دوبارہ تعمیر کریں وغیرہ جرمن نے اس ذلت کو برداشت کیا مگر وہ ہندوستان کا غلام نہیں تھا۔ جرمن قوم زندہ قوم تھی۔ اُس نے بہت جلد ان بندشوں سے نجات پانے کی کوشش کی۔ اسلحہ بنانے کی خفیہ جد وجہد جاری رکھی اور ابھی ۱۵ سال نہ گذرے تھے کہ تاوان جنگ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ایسی قوت کا مظاہرہ کیا جو فرانس اور برطانیہ کے وہم وگمان سی بھی باہر تھی اور اب اسکو تاوان جنگ پر مجبور کرنا۔ ایک عالمگیر جنگ کو سر لینا تھا۔

مودبانہ درخواست

گذشتہ سال رسالہ قائد نے کافی نقصان برداشت کیا ناظرین کرام یقیناً رسالہ کو نقصان سے بچانے کی فکر فرمائیں گے۔ اس مرتبہ رسالہ کے ۸ صفحات اشتہارات کے لئے لے لئے ہیں۔ ناظرین کرام اس گستاخی کو معاف فرمائیں اور آخر کے ۸ صفحات رسالہ سے جدا کر کے احباب کو مرحمت فرمادیں اور خریداری کے لئے سفارش فرمائیں۔ جنگ کے باعث کاغذ کی گرانی نے اور بھی زیادہ جد وجہد کی اپیل پر مجبور کر دیا ہے۔

جرمنی نے اسکے بعد اپنی نو آبادیات کو واپس لینے کی جو جد وجہد کی وہ ناظرین کرام کے سامنے ہی۔ اب یہ سلسلہ ایک ایسی جنگ پر آکر ختم ہوا ہی کہ انسانیت کے لئے قیامت ہے۔ مگر اس جنگ کو کس نے پیدا کیا۔ یہ کس چیز کا نتیجہ ہی اسکا جواب اکیس سالہ تاریخ دے گی۔

ہمارے لئے جنگ بہرحال ہم غلاموں کو اس سے کیا بحث۔ آقاؤں کی آپس کی باتیں ہیں۔ ہمیں تو افسوس یہ ہے کہ کاغذ کی گرانی سی ہمیں اس مرتبہ رسالہ کے کچھ صفحات کم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اور پھر بھی خرچہ تخمین سی زیادہ رہا۔ اب ناظرین کرام سی ہماری اپیل ہی کہ وہ عنایت فرما کر رسالہ کے خریداروں میں اضافہ کی جد وجہد فرمائیں تاکہ رسالہ نقصان سے محفوظ رہے سہولت کے لیے آخری صفحات پر اشتہارات چھاپ دیے گئے ہیں۔ وہ اپنے احباب کو تقسیم فرما کر ان سے خریداری کی فرمائش فرمائیں۔ رسالہ بہت زیادہ مشکور ہوگا۔ رسالہ کسی نفع کا خواہاں نہیں صرف نقصان سے بچنا چاہتا ہے۔

معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہماری معراج

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا - الآیۃ

معراج شریف - جسکو قران پاک کی اصطلاح میں "اسرا" کہا جاتا ہے تاریخ عالم کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے جو اپنی نظیر سے آجتک آشنا نہ ہو سکا - اور نہ اسکی نظیر دنیا کی آیندہ زندگی میں پائی جا سکتی ہے۔

اس کے متعلق مفصل بحث ایک طویل تصنیف کی خواہاں ہے - جس کے لیے نہ وقت میں گنجائش - نہ اوراق رسالہ میں وسعت —— مختصر یہ کہ عہد خاتم الانبیاء تک انبیاء اور مرسلین نے جنت - دوزخ - عذاب اور ثواب کی خبر دی تھی - لیکن نوع انسان کے سامنے عینی مشاہدہ کسی نے پیش نہیں کیا تھا - جبکہ سلسلہ نبوت کو ختم کیا گیا - انبیاء اور مرسلین کی خدمات علماء امت کے حوالہ کی گئیں تو ان تمام خبروں کے متعلق ایک عینی شاہد بھی دنیا کے سامنے پیش کر دیا گیا —— جسکو اعجازی طور پر تھوڑے سے وقفہ میں حرم بیت اللہ سے مسجد اقصیٰ اور مسجد اقصیٰ سے عرش معلی تک پہنچایا گیا - عذاب و ثواب - دوزخ اور جنت کا مشاہدہ کرایا گیا۔

اُس نے صبح کو اپنی اس حیرت انگیز سیر کی خبر دی تو اُن کافروں نے جو وجود خدا کے بھی منکر تھے، مذاق اڑایا - انہیں میں سے ایک نے دریافت کیا کہ مسجد اقصیٰ کیسی ہے - اُس میں کتنے دروازے ہیں - محرابیں کس قسم کی ہیں طاق کتنے ہیں وغیرہ وغیرہ - یہ امتحان در حقیقت مشکل تھا - ایک معمولی سے وقفہ میں ان تمام چیزوں پر نظر نہیں ڈالی جاتی - بالخصوص ایسی صورت میں کہ گزرنے والے کی تمام توجہ منزل مقصود کی طرف مبذول ہو - وہ مادیات سے منہ موڑ کر ہمہ تن ملاء اعلیٰ کا پیکر لطیف بن گیا ہو —— مگر جس رب العزت نے ایک معمولی وقفہ میں عرش و کرسی کی سیر کرا دی تھی - اسکی مہربانی اور عنایت اس وقت بھی اپنے حبیب کی امداد کے لیے جوش میں آ گئی۔

اعجازی اور ملکوتی طور پر مسجد اقصیٰ کا پورا نقشہ سامنے کر دیا گیا - آپ نقشہ کو ملاحظہ فرماتے رہے اور سوالات کا جواب دیتے رہے —— اس امتحان میں کامیابی ہوئی تو سنجیدگی سے غور کرنے والوں کیلیے آپ نے صداقت کی ایک اور دلیل پیش فرما دی - ارشاد ہوا میری دلیل ایک اور ہے —— فلاں قوم کا قافلہ - فلاں وادی میں قیام پذیر تھا - میری سواری کے زناٹے سے اُن کے اونٹ بدک گئے اور ایک اونٹ نکل بھاگا وہ اونٹ جسطرف جا رہا تھا میں نے آواز دیکر اہل قافلہ کو اس کا پتہ دیدیا —— واپسی میں مقام ضجنان (مکہ معظمہ سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے) میں فلاں قافلہ ٹھہرا ہوا تھا - ان لوگوں نے ایک برتن میں پانی رکھ رکھا تھا اور برتن کو چھپا دیا تھا - میں نے پانی پی لیا اور برتن کو اسی طرح رکھ دیا اور دیکھو یہ قافلہ ابھی تھوڑی دیر میں "ثنیۃ التنعیم"

کی جانب پہنچا چاہتا ہے - اور دیکھو جب تم اُس قافلہ کو دیکھو گے تو قافلہ کے آگے بھورے رنگ کا اونٹ ہوگا - جس پر دو بورے لدے ہوں گے - ایک بورا سیاہ ہوگا - دوسرے بورے کا رنگ سیاہ اور سفید (دو رنگا) ہوگا وہ بھیڑ جو دنیا کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ پاکباز انسان کا مذاق اڑا رہی تھی - اس گفتگو سے تھوڑی دیر کے لئے حیرت زدہ ہوئی - لیکن تصدیق اور ایمان کی سعادت سے تو اب بھی وہ محروم ہی رہے - ہاں پیش کردہ خبروں کی تصدیق کو ایک نیا تماشہ سمجھکر "ثنیۃ تنعیم" کی طرف لپکے - پہاڑی پر پہنچے تو دیکھا ایک قافلہ سامنے ہے جس کے آگے آگے وہی اونٹ ہے جسکی خبر خدا کے سچے رسول نے دی تھی -

کچھ دیر توقف کیا - کچھ آگے لپکے - قافلہ سے ملاقات ہوئی پانی کے برتن کا واقعہ دریافت کیا - اہل قافلہ نے تصدیق کی - اسکے بعد دوسرے واقعہ کی بھی تصدیق ہوگئی - یعنی جب وہ قافلہ واپس ہوا تو اونٹ کے بھاگنے کے متعلق اُن سے دریافت کیا ان لوگوں نے تصدیق کی - اور بتایا کہ اسی وادی میں جس کا تذکرہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا - ایک شب ان کے اونٹوں میں بھگی پڑ گئی - ایک اونٹ رات کی اندھیری میں غائب ہوگیا تو ایک آواز سنی گئی - جو "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسی آواز تھی - اس نے ہمیں اونٹ کا پتہ دیا اور ہم نے اس جگہ پہونچکر اونٹ پکڑ لیا - (سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۰۹ ج ۲)

یہ تھے چند واقعات جو دیکھنے والوں نے دیکھے - سننے والوں نے سنے مگر افسوس ان کے دلوں پر مہر لگ گئی تھی - سرمایہ داروں - سرداروں اور مہنتوں کو اپنے اقتدار کے زوال کا خطرہ تھا - وہ دیکھ رہے تھے کہ اسلام جو امیر غریب شریف اور فقیر - آقا و غلام میں یکسانیت اور مساوات کی تعلیم دے رہا ہے وہ اُنکی برتری جبر و تعدی تن آسانی اور نفس پروری کا خاتمہ کر دیگا ---- ان کے سامنے آخرت نہیں تھی - یہ دنیاوی دولت کو اپنی خری معراج سمجھتے تھے - ان کا خیال ہوگیا تھا کہ دست انقلاب سے پیشتر مسلمان ہوکر خود اپنے ہاتھوں اپنی عزت دولت برتری اور اقتدار کو کیوں ختم کر دیا جائے - بلاشبہ اس قسم کے دلائل اور واقعات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت نیر روز روشن کی طرح واضح کر دی تھی -

یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم - وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو اتنا ہی پہچانتے تھے جتنا اپنی اولاد کو مگر حب جاہ - طمع دولت - تن پروری اور عیش پرستی نے اُن کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی - دلوں پر مہر لگا دی تھی - خود گمراہ تھے اور اپنے منحوس اغراض کو پورا کرنے کیلئے اپنی کھلی ہوئی گمراہی اور خود غرضی کو مذہب کی شکل میں پیش کر کے کمزوروں اور غریبوں کو گمراہ کرتے تھے ---- کون نہیں جانتا کہ شراب خواری - جوا - سود - زنا - ڈاکہ برہنگی - قتل اولاد مذہبی احکام نہیں ہو سکتے - جو لوگ ان کے عادی ہوں وہ مذہبی نہیں ہو سکتے - مگر پروپیگنڈے کی انتہا تھی کہ ابوجہل اور ابولہب کی عزت اور وقعت کی جاتی - کس کے مقابلہ پر - اُس سردار کائنات - رحمۃ للعالمین

صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر جس کی مقدس تعلیم سے آج ساری دنیا نور حاصل کر رہی ہے

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است
پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ ناز

شکوک و شبہات | ابوجہل اور ابولہب کے شکوک و شبہات۔ ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر کی بات ہے جبکہ دنیا نے نہ ریل گاڑیاں دیکھی تھیں نہ ہوائی جہاز۔ نہ اسٹیم کی طاقت سے واقف تھی۔ اور نہ برق کی کرامتوں سے اسکو واقفیت تھی۔ لیکن تعجب تو انپر ہے جو آج چودھویں صدی میں ان تمام طاقتوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد معراج جسمانی میں شکوک پیش کرتے ہیں۔ اور مسلمان ہونیکے باوجود معاذ اللہ ابوجہل اور ابولہب کی نقل اتارتے ہیں۔

آج دنیا اس حقیقت سے پوری طرح واقف ہو چکی کہ لطیف کی طاقت کثیف سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ ہم نے دیکھا اور دیکھتے ہیں کہ ہزاروں من کا بوجھ وہ اسٹیم کھینچکر لیجاتی ہے جو انجن کے ایک گوشہ میں بند ہوتی ہے۔ برق کی وہ غیر محسوس طاقت جسکو ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے تاروں کی نہایت ہی پتلی نالیوں سے گذر کر وہ کام کرتی ہے جو ہزاروں گھوڑے ملکر نہیں کر سکتے۔ تو کیا ان عجیب و غریب طاقتوں کے مشاہدہ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے یا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج فرمانے اور پھر تھوڑے سے وقفہ میں واپس تشریف لے آنے پر شک کیا جا سکتا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی برقی طاقت تھی جو دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے ذریعہ سے یہ حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا۔ معاذ اللہ ——— احقر کے خیال میں اس قسم کی تاویل تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تشنیع کا الزام ہے۔ (معاذ اللہ) ——— معجزہ کی حقیقت سائنس کے کسی اصول کے ماتحت نہیں آ سکتی۔ معجزہ کے معنی یہ ہیں کہ انسانی طاقت سے وہ بالا ہو۔ معجزہ سلسلہ اسباب سے ایک بلند چیز ہوتی ہے۔ اگرچہ دنیا کی ہر ایک چیز خداوند عالم نے اپنی حکمت بالغہ سے پیدا کی معجزہ ہے۔ دنیا ان تمام ترقیوں کے باوجود ان چیزوں میں سے کسی ایک کے پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں ہوئی۔ جسکو خداوند عالم نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے۔ یا پیدا کرتا ہے۔ مگر بایں ہمہ ان مخلوقات کو معجزہ نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ یہ سب سلسلہ اسباب کے ماتحت ایک فطری قانون کے بموجب پیدا کی جا رہی ہیں۔ معجزہ تو یہ ہے کہ وہ سلسلہ اسباب سے بالا ہو کر براہ راست امر خداوندی کے ماتحت ہو۔

گذشتہ تمثیلات سے میرا منشا یہ تھا کہ جب ہمارا مشاہدہ شاہد ہے کہ لطیف کی طاقت کثیف سے زیادہ ہوتی ہے تو یقیناً روح کی طاقت جسم سے زیادہ ہوگی۔ اور پھر چونکہ روح مادہ سے پاک اور سراسر لطافت ہے تو اسکی طاقت برق و اسٹیم وغیرہ کی تمام طاقتوں سے بدرجہا زیادہ ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ برق ایک منٹ میں کرہ زمین کے گرد پانسو مرتبہ چکر کاٹ سکتی ہے تو اس صورت میں روح کی سرعت کس قدر ہو سکتی ہے اسکا اندازہ ناممکن ہے اور احاطہ تحریر سے باہر۔ اسی طرح فرشتوں وغیرہ کی طاقت کا اندازہ بھی قیاس سے بالا ہوگا۔

پھر جس طرح گاڑی کا ہزاروں من وزن تھوڑی سی اسٹیم کے تابع ہو جاتا ہے تو عقل کو شک و تردد نہ کرنا چاہیے کہ انسان کا بدن۔ اسکی روح کے لئے بھی تابع ہو سکتا ہے بشرطیکہ اُس نے روحانی چیزوں میں مہارت حاصل کر لی ہے اسکی مثال سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج ہے۔ روح مقدس پوری طاقت سے کارفرما تھی اور جسد مبارک اس کے تابع تھا۔ دنیا کبھی اس قسم کے تجربہ سے آشنا نہ ہوئی تھی۔ اس کو تعجب ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دورہ اور مشاہدہ نوع انسان کے لیے ایک امتحان بن گیا۔

وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس وہ مشاہدہ جو ہم نے تمکو کرایا تھا اسکا مقصد تھا لوگوں کی آزمائش

دوسری دلیل افہام و تفہیم کیلئے ایک دوسری صورت یہ ہے۔ آپ یہی خیال فرمایئے کہ گفتگو کسی ایسے انسان کے متعلق نہیں ہو رہی جو ہماری طرح کثافت کا پتلا ہو۔ روحانیت سے محروم (معاذ اللہ) بلکہ ایک ایسے اعلیٰ اور اکمل انسان کے متعلق گفتگو ہے۔ جو اپنی روحانیت میں تمام دنیا کے کامل ترین انسانوں سے کامل تر اور مکمل تر تھا ـــــ وہ بیشک انسان تھا۔ مگر اس کے خالق نے اسکو ہر ایک گناہ سے ہمیشہ معصوم رکھا تھا۔ اور اس معصومیت کے ساتھ دنیا کا سب سے زیادہ متقی۔ سب سے زیادہ زاہد۔ سب سے زیادہ عابد۔ سب سے زیادہ راضی برضا جس کے روحانی ملکات نے یہاں تک قوت حاصل کی تھی کہ کھانے پینے سے بڑی حد تک مستغنی ہو گیا تھا۔ چنانچہ تمام مسلمانوں کیلئے افطار کئے بدون دو تین روز کا مسلسل روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ مگر روحانیت کے اس سب سے بڑے سردار کی حالت یہ تھی کہ تین تین روز چار چار روزہ رکھتا اور یہ ارشاد فرماتا

یطعمنی و یسقینی۔ مجکو میرا رب کھلاتا پلاتا ہے

ہماری معراج اس قسم کے سیکڑوں دلائل ہیں جو پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مگر اسلام فلسفی دلائل کا نام نہیں۔ وہ اپنے پیرووں سے عمل کا مطالبہ کرتا ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ حدیث معراج نے مسلمانوں سے کیا مطالبہ کیا ہے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بشارت دی ہے۔

الصلوٰۃ معراج المومنین (بخاری شریف) نماز مسلمانوں کی معراج ہے۔ کیونکہ

المصلی یناجی ربہ (بخاری شریف) نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ نماز کی شان یہ ہونی چاہیے

نعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (بخاری شریف) خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اُس کے سامنے کھڑے ہو۔ کیونکہ اگر اس کو نہیں دیکھ رہے تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

یہ ہے ہر مسلمان کی معراج۔ جسکو حاصل کرنے کی جد و جہد ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے اللھم وفقنا نماز کی سیاسی اور مذہبی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ملاحظہ فرمایئے "اساس انقلاب یا مراقبہ نماز" جس کا اشتہار دوسرے صفحات میں ہے۔

مغفرت کی رات

سلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

کائنات ارضی اور سماوی پر نظر ڈالئے انسان اور حیوان ملائکہ اور جنات چرند و پرند نباتات و جمادات۔ لیل و نہار غرضکہ تمام مخلوقات خداوندی کا جائزہ لیجیے بادی النظر میں اگرچہ محض نوعی اور صنفی اغراض کا اختلاف معلوم ہوگا۔ افراد اور جزئیات بظاہر سب یکساں معلوم ہوں گے۔ لیکن اگر قرآن و حدیث کی روشنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع ہدایت لیکر غور و تدبر سے کام لیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ خالق ارض و سما نے عالم علوی اور سفلی میں جتنی چیزیں بھی پیدا کیں ہیں حقیقتاً وہ سب کی سب انواع و افراد کے اعتبار سے فضلنا بعضھم علیٰ بعض کے قالب میں ڈھلی ہوئی ہیں۔ انسان ہو یا حیوان۔ چرند ہو یا پرند۔ نباتات ہوں یا جمادات سب میں یہ قانون علی وجہ الکمال پایا جاتا ہے۔ عالم ہست و بود کا ہر شعبہ اسی آیۃ کریمہ کا مصداق ہے۔

انسانوں میں بعض انسان افضل۔ حیوانوں میں بعض حیوان افضل۔ ملائکہ میں بعض ملائکہ افضل۔ جنات میں بعض جنات مشہور ہیں دنوں میں بعض دن، راتوں میں بعض راتیں افضل ہیں اور پھر اس افضلیت میں بھی مراتب و درجات کا تفاوت۔ غرضکہ دنیا جہان کا نظام صرف اسی سلسلہ و دستور کے مطابق چل رہا ہے۔ اور چلتا رہے گا۔

افضل رات | آئیے آجکی صحبت میں ایک ایسی رات کے متعلق احادیث صحیحہ کی روشنی میں بحث کریں جس کو کہ ہم نے اپنی جہالت اور لاعلمی کی بدولت محض لہو و لعب کی ہی رات سمجھ رکھا ہے اور دیکھیں کہ خدائے عالم نے اس رات کو کتنا قابل قدر اور کتنی لازوال نعمتوں سے مالا مال کیا ہے اور یہ رات اسلامی نقطہ نظر سے مسلمانوں کو کن اعمال کی دعوت دیتی ہے اور ہم کس طرح اُن سے اعراض کرتے ہیں۔

وہ کونسی رات ہے؟ وہ لیلۃ البرائۃ یا شب برائت ہے جسکو عام استعمال میں شبرات بغیر ہمزہ کے بولا جانے لگا ہے۔ یہ رات شعبان کی چودھویں تاریخ میں آتی ہے۔ اس رات کو لیلۃ البرائت یا شب برائت اس لئے کہتے ہیں کہ اس رات میں گنہگاروں کی مغفرت ہوتی ہے اور مجرم و خطاکار جرموں سے بری کئے جاتے ہیں۔ اس رات میں باری تعالیٰ عز اسمہ سب سے نچلے آسمان کی طرف نزول فرماتے ہیں جیساکہ حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ینزل لیلۃ النصف من شعبان

الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب (ترمذی شریف ص ۹۲)

(ترجمہ) نصف شعبان کی شب کو خداوند قدوس خاص طور سے عالم اسفل کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ کی مغفرت فرماتے ہیں۔ (ترمذی)

کون ایسا بد قسمت مسلمان ہوگا جسکو ایسی رات ملجائے جس میں رحمت اور مغفرت کا بازار اور نمائش لگی ہوئی ہو اور دنیاوی اور اخروی زندگی کے سامان نہایت ارزاں نرخ پر نیلام ہو رہا ہو اور خوشخبری کا منادی آواز بلند خریداروں کو پکار رہا ہو کہ ہے کوئی مغفرت کا چاہنے والا کہ میں اسکو بخش دوں۔ ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اس کو روزی دوں کیا کوئی مبتلا ہے کہ میں اسکو عافیت بخشوں کیا کوئی ایسا ہے۔ کیا کوئی ویسا ہے! الا من مستغفر فاغفر لہ الا من مسترزق فارزقہ الا من مبتلا فاعافیہ۔ الخ (کما قال علیہ السلام (ترغیب و ترہیب)

اور وہ یونہی دنیا کے لہو و لعب میں مبتلا رہے یا روزمرہ کے طریقہ پر اس رات کو بھی بستر استراحت پر دراز ہو کر غفلت کی نیند میں گذار دے۔ حالانکہ خود رسول اللہ صلعم نے اس رات کو جاگ کر عبادت اور استغفار میں گذارا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری باری کی ایک رات حضور (فداہ ابی وامی) صلے اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں تشریف لائے۔ جسم مبارک سے ابھی پوری طرح کپڑے اتارنے بھی نہ پائے تھے کہ پھر زیب تن فرمالئے۔ اور تشریف لیگئے۔ میرے دل میں خیال گذرا کہ شاید کسی اور حرم میں تشریف لیجا رہے ہیں۔ فطری تقاضہ کے مطابق مجھے قدرے ناگواری ہوئی اور میں معاملہ کی ٹٹول میں آپ کے پیچھے آہستہ آہستہ چلدی۔ میں نے دیکھا کہ آپ بقیع غرقد قبرستان میں تشریف لیگئے اور اہل قبور کے لئے دعاء مغفرت فرمائی۔ میں اس واقعہ سے بہت نادم ہوئی۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ خدا کے کام میں ہیں اور میں دنیا کے جھگڑے میں۔ اسی ندامت میں وہاں سے واپس ہوئی۔ کچھ رفتار کی تیزی۔ کچھ دلپر حسرت و افسوس، میرا سانس پھول گیا۔ میں ابھی لانبے لانبے سانس لے رہی تھی کہ آپ تشریف لے آئے۔ میرے سانس دیکھ کر فرمانے لگے۔ عائشہ یہ کیا؟ میں نے پورا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے سنکر فرمایا کہ عائشہ تمہیں یہ خیال ہوگیا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہپر زیادتی کریں گے ـــــ واقعہ یہ ہے کہ حضرت جبریل ؑ تشریف لائے تھے۔ فرمایا کہ آج نصف شعبان کی وہ مبارک رات ہے جس میں خداوند تعالیٰ اپنے بندے پر رحمت اور مغفرت کی بارشیں برساتے ہیں اور قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ تعداد میں مغفرت فرما دیتے ہیں مگر ہاں مشرک اور

اور ایسے مسلمان کی طرف نظر التفات نہیں ہوتی جو کینہ پرور ہو یا اقارب کے ساتھ برا سلوک کرتا ہو۔ یا ماں باپ کا نافرمان ہو پاجامہ یا تہبند ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہو یا شراب خوار ہو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے اتارے اور عائشہ صدیقہ سے اجازت چاہی کہ عائشہ مجھے اجازت دو کہ آج دربار قدسی میں حاضر ہو کر یاد خدا کروں عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ضرور۔ بعد ازیں حضور علیہ السلام اُٹھے نماز میں مصروف ہو گئے جب سجدہ میں پہنچے تو اس قدر طویل سجدہ کیا کہ مجھے خیال ہوا کہیں آپکی روح مبارک قفس عنصری سے خدانخواستہ پرواز کر گئی گھبرا کر اُٹھی اور پاس جاکر پائے مبارک ہلایا۔ آپ میں حرکت ہوئی۔ مجھے اطمینان ہوا۔ جان میں جان آئی۔ اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جو کچھ تلاوت فرما رہے تھے اسکو سننا شروع کر دیا ــــ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ آپ سجدہ میں یہ دعا پڑھ رہے تھے۔

اعوذ بعفوك من عقابك واعوذ برضائك من سخطك واعوذ بك منك جل وجهك لا احصی ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك - اے اللہ میں تیرے عفو کرم کے ذریعہ تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری رضا کے ذریعہ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ تجھ سے تیری پناہ تیری ذات بہت بڑی ہے میں تیری حمد و ثنا کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ تو ایسا ہی ہے جیسی تو نے اپنی ثنا فرمائی ان کلمات کو میں نے اسی وقت یاد کر لیا۔ صبح کو جب میں نے اس کا تذکرہ کیا تو حضور نے اس کے یاد رکھنے کی تاکید فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ یہ دعا دوسری عورتوں کو بھی یاد کرا دو کیونکہ جبرئیل نے مجھے یہ کلمات بتلائے تھے اور سجدہ میں بار بار دہرانے کی تاکید فرمائی تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب شعبان کی پندرھویں رات آئے تو رات بھر بیدار رہو۔ اور نماز پڑھو دن کو روزہ رکھو اس لئے کہ اس تاریخ میں الطاف الٰہیہ شام ہی سے پہلے آسمان پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ میں اسکی مغفرت کر دوں۔ کیا کوئی ہے رزق مانگنے والا کہ میں اسکو رزق دیدوں۔ کیا کوئی ہے مبتلائے مصیبت جسکو ہم مصیبت سے نجات دیدیں۔ عطا بن یسار فرماتے ہیں کہ اس سال میں مرنیوالوں کی فہرست اسی شب میں تیار ہو کر ملک الموت کے سپرد ہوتی ہے۔

حضرت عکرمہ اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ تفسیر سے روایت ہے کہ اس سال میں جو کچھ ہوگا اُس کی تفصیل اور تخمین اسی شب میں کار پردازان قضاء و قدر کے سپرد کر دی جاتی ہے۔

بدعات اور اختراعات اس مبارک رات کے جو اعمال و اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ

علیہم اجمعین سے منقول ہیں۔ ان کا اجمالی نقشہ آپ کے سامنے موجود ہے جن سے مندرجہ ذیل مستحبات ماخوذ ہوتے ہیں (الف) شب بیداری کرنا۔ نماز پڑھنا۔ تلاوت کرنا۔ تسبیحات میں مشغول رہنا (ب) مغفرت عافیت۔ فراخی رزق وغیرہ مقاصد دارین کی دعا مانگنا (ج) اگر موقع ہو تو اس رات کو تنہا کسی قبرستان میں جانا اور مردوں کیلئے دعا اور استغفار کرنا (د) صبح کو یعنی پندرہ شعبان کو روزہ رکھنا۔

لیکن برخلاف اس کے اس شب کے معمولات میں مسلمانوں کے ایک مخصوص طبقہ نے جو دیندار کہا جاتا ہے عجیب وغریب قسم کے اختراعات کئے ہیں۔ اور شرعی احکام کو اپنی اغراض و خواہشات کے قالب میں ڈھالا۔ جن سے کہ خدا اور رسولؐ کے فرمان کا مقصد ہی بالکل بدل گیا۔ اس طبقہ کا یہ تغیر اور تبدل کچھ یہیں خاص نہیں بلکہ یہ طبقہ تو شریعت میں اپنی نفسانی خواہشات کے پیش نظر اس قسم کے تغیرات کا عادی ہے۔ حالانکہ قرآن نے نبوت اور رسالت کے اختتام کے بعد شریعت میں ادنیٰ سی ترمیم اور اصلاح کا باب بھی ہمیشہ کے لئے مسدود کر دیا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔

اور مسلم عوام ان اختراعات کو عین مذہب سمجھنے لگے اور اس کے برخلاف ہر قسم کی آواز کو اپنی جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے یہ کہکر ٹھکرا دیا کہ ہمارے آباء و اجداد یہی کرتے چلے آئے ہیں۔ جیسا کہ کفار کہا کرتے تھے۔

اب اس شب کی بدعات اور اختراعات پر بھی ایک اجمالی نظر ڈالی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شب کو عبادت اور یاد خداوندی کے لئے مخصوص فرمایا تھا لیکن مسلمانوں کے دیندار طبقہ نے اس رات کو ایک تیوہار مان لیا۔ حلوے بنائے جاتے ہیں۔ گھر گھر تقسیم کئے جاتے ہیں۔ انعامات شیرینیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ کہیں کہیں مکانات آراستہ کئے جاتے ہیں۔ زیب و زینت ہوتی ہے۔ غرضکہ بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریزی اور عبادت میں مشغول ہونیکے بجائے دنیاوی دھندوں میں مشغول رہا جاتا ہے۔ شب برات میں حلوا بنانا مسنون سمجھتے ہیں اور استدلال میں پیش کرتے ہیں کہ جنگ احد میں دندان مبارک شہید ہونیکی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوا کھایا تھا۔ حالانکہ جنگ احد کا واقعہ شوال کا ہے شعبان میں حلوے سے کیا واسطہ عجیب بے موقعہ سنت پر عمل ہوتا ہے اور سنت بھی لی تو حلوا کھانے کی دندان مبارک شہید کرانے کی سنت کا ذکر بھی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہا قبرستان تشریف لیگئے اور یہی مسنون بھی ہے۔ لیکن ہم لوگ مجمع کے ساتھ رات بھر قبرستانوں کی سیر کرتے ہیں اور پھر اگر کوئی قبر کہیں گوشہ تنہائی میں بھی ہوتی ہے وہاں بھی پہونچ کر سلام کی کوشش کی جاتی ہے غرضکہ رات کا تمام حصہ اسی میں گذار دیا جاتا ہے۔ نوافل کا وقت ہی نہیں چھوڑا جاتا اگر کچھ وقت بچ بھی گیا اور توفیق بھی ہوئی تو تکان کی وجہ سے طبیعت میں کسل رہتی۔ نماز میں خشوع و خضوع اور لحاظ کا نور

اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل تنہا پڑھے اتنے سجدے کئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شبہہ ہوا کہ کہیں روح مبارک قفس عنصری سے پرواز نہ کر گئی ہو اپ نے مبارک کو ہلایا جب حرکت محسوس ہوئی تو اطمینان ہوا لیکن آجکل نہایت دھوم دھام سے نوافل ادا ہوتے ہیں۔ چائے کی دیگ کھڑکتی رہتی ہے چراغاں ہوتا ہے کم از کم گیس کی روشنی تو ہوتی ہی ہے تمام اہل محلہ نہایت شان و شوکت سے نوافل پڑھتے ہیں اگر موقعہ ہوتا ہے تو جماعت بھی کر لی جاتی ہے۔ اب آپ خود ہی خیال فرمالیجئے کہ ادھر حلوے کی گرانی پھر نکان اور ادھر یہ دھوم دھام کیا ایسی صورت میں خشوع اور خضوع باقی رہتا ہے یا ریاکاری اور بجائے ثواب کے الٹا عذاب مول لینا ہے

اب ذرا دنیاداروں کی شبرات کی بھی سیر کر لیجئے۔ یہ کیا کیا خرافات کرتے ہیں۔ اور کیوں نہ کریں جبکہ طبقہ خواص نے ہی مذہب کی روح نکال دی تو عوام کی شکایت ہی کیا۔ ان لوگوں نے اس مبارک شب کو فضول خرچی اور اسراف اور بدترین لہو ولعب کے کاموں کے لئے مخصوص کر لیا اور اگر نظر کو ذرا عمیق کر کے دیکھا جائے تو آپ یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ خواص نے اگر رسول صلعم کا مقابلہ کیا تو انہوں نے خدا کا مقابلہ کیا۔ خدا تو اس رات یہ اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا یا رزق کا طالب یا مبتلائے الم کہ میں اسکی مراد پوری کر دوں۔ اور یہ لوگ اس اعلان رحمت کا استقبال آتشبازی سے کرتے ہیں۔ ادھر سے رحمت کی گھٹائیں برسنے پر تلی ہوئی ہوتی ہیں ادھر سے آتشیں چیزوں اور شورہ بارود سے فضا کو متعفن کیا جاتا ہے حالانکہ لغویات میں پڑنا مومن کی شان کے منافی اور مومن کے لئے سم قاتل ہے قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلوتہم خاشعون والذین ہم عن اللغو معرضون ۔ (ترجمہ) وہی مسلمان کامیاب ہیں جو نماز میں خشوع کرتے ہیں اور لغویات سے منھ موڑتے ہیں۔

اسراف اور تباہ حالی افسوس ایک طرف تو مسلمان اقتصادی تباہ حالی کی وجہ سے دنیا کی نظر میں ذلیل ہے۔ فاقہ وافلاس چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ دوسری طرف اسراف بیجا کا یہ عالم ہے کہ لاکھوں و کروڑوں روپیہ فضول اور لایعنی مراسم کی نظر ہو رہا ہے۔ کاش کہ مسلمانوں کی آنکھیں کھلتیں غفلت و جہالت کا پردہ چاک ہوتا مسلمان کو شریعت کی روشنی پہنچتی اور وہ مراسم کی حقیقت کو دیکھتا اور اپنے ان لاکھوں روپے کے صحیح مصرف کو پہچانتا اور ایسے لوگوں پر خرچ کرتا کہ جنکی آنکھیں ان مسرفین کی جانب للچائی پڑتی ہیں۔ اور بعد میں نہایت ناکامی اور نامرادی کے ساتھ واپس جاتی ہیں اور وہ اپنے آپکو ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین کا مصداق نہ بناتا ——— لیکن مسلمان کی حالت تو یہ ہے کہ اگر کوئی شریعت کی مشعل لیکر بھٹکتے ہوؤں کو صراط مستقیم دکھاتا ہے تو وہ اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ کانوں میں روئی ٹھونس لیتے ہیں اور جواب دیتے ہیں کہ ہم آباء و اجداد کے طریقہ کو نہیں چھوڑ سکتے۔ افسوس مسلمان تو وہ تھا جو ہر بری چیز سے بھلی بات نکالا کرتا تھا۔ آج بھلی چیز سے برائی تلاش کرتا ہے ——— امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی ایرانی آتشکدوں اور رومی صومعوں سے اچھی باتیں حاصل کرنیکی ہمیشہ کوشش فرمائی اور حاصل کیا۔

(باطنی اسلام)

ترجمہ تفسیر ابن کثیر

(از حضرت علامہ مولانا سید فخرالدین احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد)

نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھی جائے یا زور سے

جن حضرات کا خیال یہ ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جز نہیں۔ یا جن کا قول ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کے شروع میں ایک آیت ہے۔ وہ یہی فرماتے ہیں کہ بسم اللہ آہستہ پڑھی جائے۔

اور جو حضرات فرماتے ہیں کہ بسم اللہ سورتوں کی پہلی آیت ہے ان کے اندر باہمی اختلاف ہے۔ امام شافعی رح کا مسلک تو یہ ہے کہ بسم اللہ فاتحہ کے ساتھ اور سورت کے ساتھ بھی جہر کے ساتھ پڑھی جائے صحابہ اور تابعین ائمہ سلف و خلف کی ایک جماعت کا قول یہی ہے۔ چنانچہ صحابہ میں سے حضرت ابوہریرہؓ حضرت ابن عمر حضرت ابن عباس حضرت معاویہ اور ایک کمزور روایت کے بموجب خلفاء اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بسم اللہ جہر سے پڑھی ہے۔

اور حضرت تابعین میں سے حضرت سعید بن جبیر حضرت عکرمہ حضرت ابوقلابہ۔ زہری۔ حضرت علی بن حسن حضرت سعید بن المسیب۔ عطاء طاؤس۔ مجاہد۔ سالم وغیرہ وغیرہ حضرات نے بھی بسم اللہ جہر سے پڑھی دلیل یہ ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جب ایک جز ہے تو جس طرح سورہ فاتحہ کے اور حصے جہر سے پڑھے جاتے ہیں یہ بھی جہر سے پڑھی جائے گی۔

نسائی۔ ابن خزیمہ۔ ابن حبان اور حاکم نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز میں بسم اللہ جہر سے پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔ تمہاری نمازوں کی بہ نسبت میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہے[۱]۔

دارقطنی خطیب اور بیہقی وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح السند قرار دیا ہے

ابوداؤد اور ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو بسم اللہ سے شروع کیا کرتے تھے۔

[۱] اس سے انکار نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت کسی خاص مصلحت سے مثلاً تعلیم ہی کی غرض سے بسم اللہ زور سے پڑھدی ہو۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس موقعہ پر بسم اللہ پڑھی جاتی ہے۔ اور آج اسی نماز کا لحاظ فرماتے ہوئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی نماز کو نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہیں۔ حاضرین کا بسم اللہ نہ پڑھنا دلیل ہے کہ اس زمانہ کے حضرات کا مسلک بھی یہی تھا کہ بسم اللہ جہر سے نہیں پڑھی جاتی ہے احناف بھی ایسا ہی کرتے ہیں ۱۲

ترمذی نے تو اس حدیث کے متعلق یہ کہہ دیا کہ حدیث کی سند قابل استدلال نہیں مگر حاکم نے مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھی تھی[1]۔ اور اس کو صحیح السند قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کے متعلق حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ (کس طرح پڑھا کرتے تھے) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی قرأت[2] مد کے ساتھ ہوتی تھی پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ پڑھکر پڑھنے کا طرز بتایا۔ اس طرح کہ بسم اللہ کو کھینچ کر پڑھا۔ پھر الرحمٰن کو پھر الرحیم کو۔

مسند امام احمد۔ سنن ابی داؤد۔ صحیح ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم۔ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قراءت کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پر توڑ دیتے تھے پھر الحمد للہ رب العالمین پر۔ پھر الرحمن الرحیم پر پھر مالک یوم الدین پر۔ دار قطنی نے اس حدیث کو صحیح السند بتایا ہے۔

امام شافعی رح اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں نماز پڑھائی۔ تو بسم اللہ نہیں پڑھی تو مہاجرین حضرات وہاں موجود تھے انہوں نے اعتراض کیا۔ چنانچہ دوسری مرتبہ نماز پڑھائی تو بسم اللہ پڑھی[3]۔

بہرحال جو احادیث اور آثار ہم نے پیش کئے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے اس قول کے متعلق کافی استدلال کیا جا سکتا ہے۔

دوسری جماعت کا قول یہ ہے کہ بسم اللہ نماز میں جہر سے نہ پڑھی جائے۔ یہی قول خلفاء اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

[1] مگر دوامی سنت کا ثبوت نہیں ہوتا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ایضاح الادلہ مصنفہ شیخ الہند)

[2] نماز کا تذکرہ نہیں عام طور پر تلاوت کا طریقہ بتایا جا رہا ہے۔ [3] اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ روایت صحیح السند ہو تو ممکن ہو کہ حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد مدینہ طیبہ میں کچھ رواج ہو گیا ہو جسکو اکابر علماء نے ایک نئی چیز قرار دیا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مغفل کے صاحبزادہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ والد صاحب نے (یعنی حضرت عبد اللہ بن مغفل نے جو ایک جلیل القدر صحابی تھے) مجھے نماز میں جہر سے بسم اللہ پڑھتے ہوئے سن لیا۔ فوراً ہی ارشاد فرمایا "ای بُنَیَّ محدث" بیٹا نیا رواج ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھی نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر، عمر و عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کے پیچھے بھی۔ ان میں سے کوئی بھی بسم اللہ جہر سے نہیں پڑھتے تھے۔ لہٰذا تم بھی مت پڑھا کرو۔ تم جب قرات شروع کرو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرو (ترمذی شریف ج ۱ ص ۳۲) ۱۲

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ان سب حضرات خلفاء راشدین نیز حضرت عبداللہ بن مغفل اور بہت سے حضرات تابعین اور ان کے بعد کے حضرات کا بھی یہی مسلک رہا۔ نیز امام ابو حنیفہ امام ثوری۔ امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا مسلک یہی ہے۔

امام[1] مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ بسم اللہ بالکل پڑھی ہی نہ جائے۔ نہ زور سے نہ آہستہ۔

اور دلیل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت پیش کرتے ہیں جو صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو اللہ اکبر سے اور قرأت کو الحمد للہ رب العلمین سے شروع کیا کرتے تھے۔

نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھی نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پیچھے بھی۔ یہ سب حضرات الحمد للہ رب العلمین سے قرأت شروع کیا کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں یہ تصریح بھی ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ قرأت کے اول میں پڑھتے تھے نہ آخر میں[1] ——— اور سنن میں اسی قسم کی روایت حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے بھی ہے۔

یہ ہیں حضرات ائمہ مجتہدین کے دلائل۔ مگر اس پر تقریباً سب کا اتفاق ہے نماز ہر صورت سے درست ہو جاتی ہے۔ خواہ بسم اللہ زور سے پڑھے یا آہستہ۔

فضائل بسم اللہ (۱) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ کی خوبی دریافت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خدا کا ایک نام ہے اور اس میں اور خداوند عالم کے اسم اکبر میں وہی قرب و تعلق ہے جو آنکھوں کی سیاہی اور سپیدی میں۔

(۲) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تعلیم کے لئے معلم کے لئے حوالہ کیا ——— معلم نے ایک مرتبہ کہا لکھو۔ عیسیٰ علیہ السلام۔ کیا لکھوں؟ معلم بسم اللہ — عیسیٰ علیہ السلام — بسم اللہ کیا — معلم — میں نہیں جانتا — عیسیٰ علیہ السلام — با — سے بہاء اللہ کی طرف اشارہ ہے — یعنی حضرت حق جل مجدہ کی شان جلالت و عظمت۔ س سے سناء اللہ۔ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اسکی بلندی اور برتری۔ میم سے مملکت اللہ مراد ہے۔ یعنی خداوند عالم کی حکومت، وسلطنت۔ اللہ — معبود حقیقی ——— رحمٰن — یعنی دنیا اور آخرت میں رحمتوں کی بارشیں برسانے والا۔

رحیم۔ یعنی آخرت میں خاص مسلمانوں کو بے انتہا نوازشوں اور رحمتوں سے نوازنے والا۔

مگر یہ روایت بہت زیادہ کمزور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کا انتساب صحیح نہیں۔

[1] امام مالک کے دلائل مسلک احناف کے لئے مؤید ہیں [illegible] یعنی [illegible] نہیں پڑھی واللہ اعلم ۱۲

بہت ممکن ہے اسرائیلیات میں سے ہو۔ اور سلف میں سے کسی کا قول ہو۔

(۳) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ ــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے اوپر ایک آیت نازل نازل کی گئی ہے کہ مجھ سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سوا کسی نبی پر نہیں نازل کی گئی تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی بادل مشرق کی طرف بھاگ گئے۔ ہوائیں ٹھہر گئیں۔ سمندروں میں طوفان آگیا۔ چرندوں نے کان لگالئے اور شیاطین پر آسمان سے سنگساری ہوئی۔ اور حضرت حق جل مجدہٗ نے قسم کھاکر فرمایا جو شخص جس چیز پر اسکو پڑھیگا اس میں برکت ہوگی۔ (ابن مردویہ)

(۵) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ــــ جو شخص چاہے کہ خدا اسکو "زبانیہ" یعنی دوزخ کے ۱۹ فرشتوں سے نجات دے تو چاہئے کہ وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ورد رکھے۔ خداوند عالم بسم اللہ کے ہر حرف کو عذاب کے انیس۱۹ فرشتوں میں سے ہر ایک کے مقابلہ کے واسطے ڈھال بنادیگا (ابن عطیہ و قرطبی)

ابن عطیہ نے اس حدیث کی توجیہ اور دلیل اس حدیث سے کی ہے کہ جب ایک شخص نے پڑھا تھا ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه ــــ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ میں نے دیکھا کہ تیس سے کچھ زائد فرشتے ان کلمات کو لینے کے لئے دوڑے۔

ابن عطیہ کا مطلب یہ ہے کہ اس دعا کے حروف بھی تیس سے کچھ زیادہ ہیں تو ہر حرف کے لئے ایک فرشتہ یہاں بھی ہوا۔

(۶) ابوتمیم۔ ایک شخص (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقہ مبارک پر ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ سوار تھا) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کے ٹھوکر لگ گئی۔ اور آپ گر گئے میری زبان سے نکلا۔ تعس الشیطان "شیطان برباد" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کہو۔ کیونکہ جب تم کہتے ہو "شیطان برباد" تو وہ اور تکبر کرنے لگتا ہے۔ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو میں نے ہی اپنی طاقت سے گرایا ہے ــــ اور جب تم کہو "بسم اللہ" تو وہ ذلیل ہوتا ہے حتیٰ کہ دب دباکر مکھی سے بھی زیادہ ذلیل ہوجاتا ہے (مسند احمد)

نسائی نے "الیوم واللیلۃ" اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس میں یہ ہے کہ شیطان پھولکر کوٹھے کی برابر ہوجاتا ہے۔ بہرحال یہ بسم اللہ کی برکت ہے اور اسی لئے ہر ایک کام کے شروع میں بسم اللہ کہنا مستحب ہے۔

فلسفہ ایمان

انسانیتِ عظمیٰ

انسانی مرتبہ اور انسانی شرف

از جناب حضرت علامہ منصور انصاری مدظلہ العالی مقیم کابل افغانستان
مرسلہ محامد الانصاری مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

مجاہد امت، بطل حریت علامہ جلیل مولانا ابوالحامد محمد بن عبداللہ انصاری بالمعروف مولینا منصور انصاری مبلغ حکومت الٰہی کی مقدس ہستی سے قارئین "قائد" کما حقہ روشناس ہو چکے ہیں۔ اس لئے اب مزید تعارف کی ضرورت نہیں۔

ابتک ناظرین محترم کے مطالعہ میں محض حضرت غازی کی فارسی تصانیف کا ترجمہ ہی آیا ہوگا مضمون ذیل مولانا کی خاص اردو میں ہے۔ مضمون ہذا اگرچہ رسالہ شاہکار بابت مارچ ۱۹۳۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔ مگر شاہکار مرحوم (جوکہ محض دو پرچے شائع ہونے کے بعد بند ہوگیا) کی کمی اشاعت کی وجہ سے بہت کم حضرات اس سے مستفیض ہو سکے ہوں گے۔ اس لئے اس کی نوعیت اور قارئین کرام کے استفادے کو ملحوظ رکھتے ہوئے عزیز "قائد" کو ان بیش بہا موتیوں سے مزین کیا جاتا ہے۔ بہرحال یہ مضمون جن بزرگوں کے مطالعے میں آچکا ہے انہیں اس وقت قندمکرر کا لطف دے گا اور جن حضرات کے مطالعے میں پہلی بار آرہا ہے اُن کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا

(نفظ احقر ابن احمد محامد انصاری ابوالیوبی عفی عنہ)

مرتبہ انسانی یہ حقیقت بدیہی بھی ہے اور عام طور پر مسلم بھی کہ کائنات کا گل سر سبد انسان ہے۔ انسان ہی ہے کہ دنیا میں جس کا رتبہ سب سے اونچا ہے اور انسان ہی ہے کہ جس کے آگے دنیا کی ہر بڑی سے بڑی اور قوی سے قوی ہستی سر تسلیم خم کرتی ہے اور اس کی حاکمیت کے ماتحت رہنا یا طبعی وظیفہ سمجھتی ہے ملاحظہ فرمایئے۔

عالم محسوسات میں کرۂ زمین ایک عجیب و غریب اور عظیم المقدار شے ہے۔ مگر وہ کرہ اپنے بڑے بڑے عنصروں (آب و ہوا، آتش) سے انسان کی کتنی خدمت کرتا اور اس کی کتنی ضروریات کو غلامانہ طریق

پرا دا کرتا ہے؟ وہ ظاہر ہیں۔ اس حیثیت سے اگر ہم کرۂ خاکی اور اس کے تمام توابع اور محصولات کو انسانی ملک کہیں تو ہمیں امید ہے کہ کوئی عاقل اس پر رد وقدح کی جرأت نہ کرے گا۔

زمین میں حیوانات ونباتات اور قسم قسم کے جمادات موجود ہیں اور باوجودیکہ وہ دلکش کمالات اور فوائد کے مالک ہیں اور عجیب حسن و دلفریبی کے پیکر بھی ہیں مگر وہ بھی زمین کی طرح انسان کی غلامی اور بندگی کا حلقہ گلے میں ڈالے ہوئے ہیں۔

بے حس وبے حواس نباتات وجمادات اور چھوٹے موٹے جانوروں کو جانے دیجئے! باعظمت ہاتھی اور مہیب شیر ببر کو دیکھئے کہ انسان عاجز گدھے کی طرح اس سے بار برداری کا کام لیتا اور مسکین بلی کی مانند اسے اشاروں پر نچاتا ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ جب سے انسان نے بڑے دریاؤں میں قدم رکھا ہے تو کوہ پیکر نہنگ اور عظیم الشان مچھلیاں جن کی ہیبت سے دنیا اُدھر کا رُخ کرتے ہوئے کانپتی تھی اپنے مالوف وطنوں کو چھوڑ کر دور دراز مقامات اور برفوں کی پناہ میں جا کر عزلت گزیں ہو گئیں۔ اور اس طرح انسان کی عظمت وسطوت کا ناقابل تردید اعلان کر رہی ہیں۔

ماہ منور اور آفتاب عالمتاب کی انسانی خدمات آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہیں۔ یہ دو عظیم المنفعت اور نہایت قابل خدمتگار بشر کی خدمتگاری کا طرۂ امتیاز سر پر لگائے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے لاتعداد ہم قطار ستارے ثوابت اور سیارات بھی خدمت انسانی کے سوا کوئی مجد و شرف پیش نہیں کر سکتے۔ جس سے اشرف مخلوقات انسان کے ساتھ آنکھ ملا سکیں۔ یہ چیزیں وہ ہیں جن کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ان محسوسات کے علاوہ:۔

بعض دور بین عقلا آسمانوں کی بلند ترین ہستی بھی مانتے ہیں۔ مگر انسان کے صرف ایک آسمان جاہ غلام کی حیثیت سے" ان کے خیال میں آسمان اپنے اس بلند ترین وظیفۂ وجود کو اپنے کندھوں پر اٹھانے سے انکار کر دے تو اپنی ساری بلندی کو اپنے ہاتھ سے خاک میں ملا دے۔

دنیا کی اکثریت جنات اور فرشتوں کی نہانی الوجود کی بھی قائل ہے مگر ان کا عظیم الشان انواع کی نسبت یہ عقیدہ بھی ہے کہ ان میں انسان کے ہم جلیس بننے کی قطعاً صلاحیت نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ فرشتے بھی مذکورہ بالا ظاہری خدام کی طرح بشریت کے باطنی خدمتگار رہیں اور ان کو جنات کی نسبت بھی معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ جنات کو زمین سے صرف اس لئے ہانک دیا گیا ہے کہ اس پر اشرف المخلوقات کے نزول وجلال کی مقررہ آن قریب آ چکی تھی۔

غرضیکہ جس عقیدہ اور جس خیال کی روشنی میں بھی دیکھا جائے یہی معلوم ہوگا کہ انسان تمام کائنات

کا گل سرسبد ہے۔ اور کسی زمانہ اور کسی عصر و قرن میں بھی اس کے مقابل کسی بلند سے بلند ہستی کا رتبہ بھی گردن اونچی نہیں کر سکتا ہے۔

اگر کائنات کی بڑی بڑی انواع کو ان عام انسانی عقائد و مسلمات کی رو سے ترتیب دیا جائے تو اسکی صورت بقرار ذیل ہوگی :-

(۱) انسان اشرف (۲) جنات (۳) فرشتے (۴) حیوانات (۵) نباتات (۶) جمادات

انسانی شرف کی بنیاد انسان کو ضرور تمام کائنات پر شرف حاصل ہے۔ مگر اس کا یہ عظیم القدر رتبہ اس کی جمیل مادی صورت یا اس کی ظریف جسمانی ہیکل کے اوصاف لازمہ میں سے ہے؟ نہیں۔ بلکہ یہ عظمت درتبہ اس کی اعلیٰ ترین روح یا یوں کہئے کہ اس کے بلند ترین اخلاق۔ شریف ترین حیات اور نہایت پاکیزہ اصول کار یعنی انسانی علم و عمل کے لوازمات میں سے ہے۔ اگر انسان کے علم و عمل کو انسانیت کے قصر کی دیوار یں سمجھا جائے تو اشرفیت کو ان کا سایہ سمجھنا ہوگا۔

انسانی شرف و پستی اختیاری ہے ہاں انسان بدیہی طور پر عروج و اقتدار و تنزل کا مالک ہے۔ اس خاصیت میں جنات کو بھی شریک کہا جاتا ہے۔ مگر یہاں ہم کو ان سے بحث نہیں۔ ہم آج صرف محسوسات سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔ انسان جس طرح اپنے انسانی اصول و اعمال کے ذریعہ سے اپنے مرتبہ اور تفوق کی حفاظت کر سکتا ہے۔ جس کے بعد دنیا کی کوئی محترم ہستی اس کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی اسی طرح بلکہ اس سے بھی آسانی سے وہ ان کو پس پشت ڈال کر اپنے لئے لازوال تنزل اور سقوط کا بھی سامان کر سکتا ہے اور بعض اوقات وہ اپنی ذات کو اس حد تک نیچے گرا سکتا ہے کہ دنیا میں کوئی پست سے پست ہستی بھی ایسی نہیں مل سکتی جو پستی میں بھی اس کے مقابلہ یا اس کے پہلو میں بیٹھ سکے۔

انسان کی اس اختیاری پستی کے روشنی میں لانے کے لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ

(الف) انسان اشرف بعض اوقات اپنے دل میں اپنے گذشتہ آبا و اجداد یا محسنوں اور ہادیوں کی انتہائی محبت و عظمت کو اس قدر جگہ دیتا ہے کہ اپنا ان کا عمل صرف انہیں کے ذاتی اشارات کو جاننے لگتا ہے

نوٹ :- آپکو اختیار ہے کہ اجرام اور آسمانوں کو زندہ جان مان کر حیوانات میں رکھیں یا غیر ذی روح کہکر جمادات میں شمار کریں۔ اور یا علویات کی ایک مستقل قسم بنا کر فرشتوں اور حیوانات کے درمیان اضافہ کریں اور کائنات کی انواع سات قرار دیں۔ مگر بہر حال اس ترتیب سے یہ ماننا ضرور ہوگا کہ انسان اشرف کے پہلو میں زمین و آسمان وغیرہ تو کیا جنات اور فرشتوں جیسی عالی الاعلیٰ انواع نہیں بیٹھ سکتیں۔

ان کے خلاف تصور تک کو اپنے لئے بربادی ابدی تصور کرتا ہے۔

اور بعض اوقات موجودہ انسانوں میں سے کسی ایک شخص یا ایک غیر منتخبہ جماعت کے ہاتھ میں اپنی تکمیل دے کر اس کے فرامین اور ارشادات کا جوا اپنے کندھے پر رکھنا۔ اور اسی کو اپنی طبعی حالت سمجھتا ہے۔

اس قسم کے انسان چونکہ اپنے دوسرے بنی نوع کے برابر خود ہی بیٹھنا نہیں چاہتے اور ان سے پست حالت میں ہی اپنی طبیعت اور مرتبہ اصلی کو ظاہر کرتے ہیں اور مساوات بنی نوع کے مسئلہ کو سمجھانے کے بعد بھی نہیں سمجھتے تو اس کے سوا چارہ ہی کیا ہے کہ ان کو انسانوں سے پست اور نمبر دوم مخلوق مانا جائے۔ اور جب تک وہ مسئلہ اشرفیت و مساوات انسانی کو قناعت بخش طریقے پر قبول نہ کریں ان کو عبرت بخش طریقہ پر انسانیت کے پورے حقوق سے محروم رکھا جائے۔

(ب) کبھی خود فراموش انسان اس سے بھی زیادہ تنزل کرکے جنات یا فرشتوں کے لئے اس قسم کی تعظیم روا رکھتا ہے جس سے ماننا پڑجاتا ہے کہ انسان کے خود اختیاری تنزل نے اس کو جنات اور فرشتوں سے بھی نیچے پہنچا دیا ہے اور اب اس کو حیوانوں کے درجہ کی ہستی سمجھنا لازم ہے۔

بعض اوقات انسان اپنے درجہ بلند سے اس حد تک گر جاتا ہے کہ اس کے شرف کا یہی نقدان اس کو حیوان پرستی پر مائل کرکے اصولاً اس کو نباتات کے پست تر درجہ میں لاگراتا ہے۔ اور بعض وقت یہ تماشا دیکھکر کہ ایک آدم زاد بسلامتی ہوش وحواس نباتات اور درختوں کی عظمت کے آگے سر خم کئے ہوئے ہے تو مجبوراً اسے جمادات کے پست درجہ کی ہستی ماننا پڑتا ہے۔

آپ نہایت حیرت سے ملاحظہ فرمائیں گے کہ اس حالت پر آکر کائنات کی پستی ختم ہوچکی ہے اور اسکی پست ترین نوع بھی اس سے نیچے جانیکے لئے مطلق تیار نہیں ہے۔ مگر اشرف المخلوقات کی خود فراموشی ہے کہ اسکو اس سے بھی پست تر پہنچانا چاہتا ہے اور اسے اپنی شرف وعظمت کو خاک میں ملا کر بھی سیر نہیں ہوتی۔ چنانچہ:-

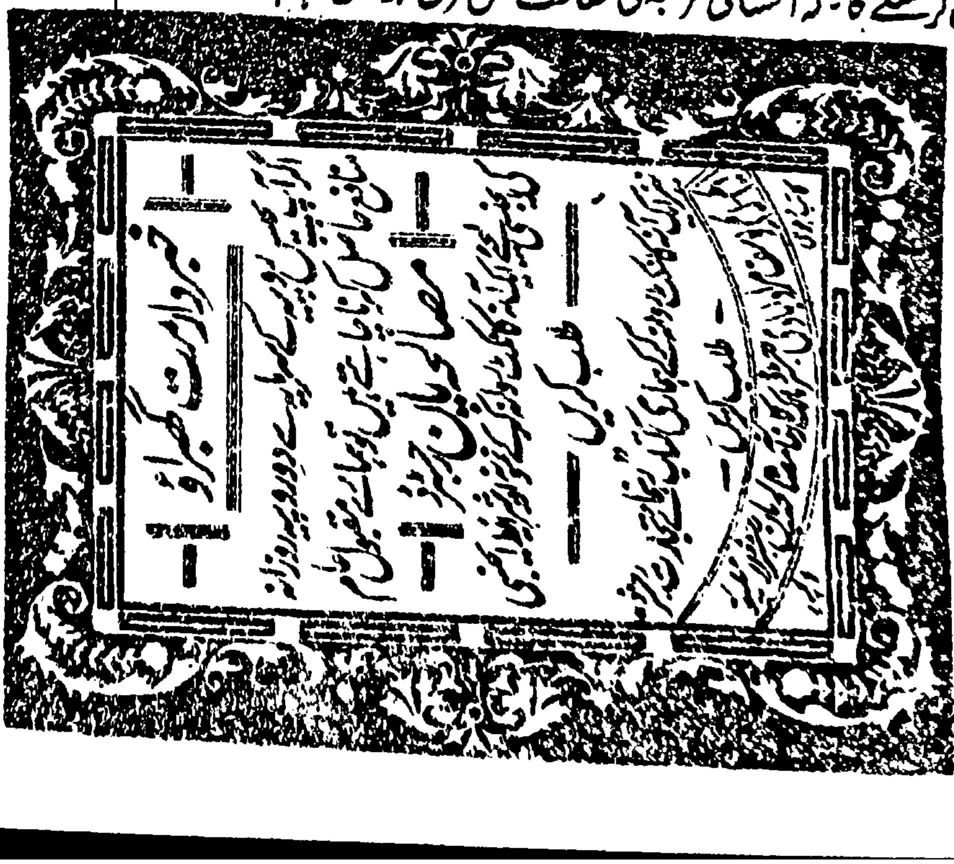
(ج) ہم حلقہ بشری میں اس حیرت انگیز ظلم کو بھی دیکھتے ہیں کہ وہ کبھی غیر ذی روح اجرام سماوی کے، اور کبھی بے حس وحواس عناصر کے اور کہیں لکڑی کے اور کہیں پتھر یا چونہ یا لوہے یا تانبے وغیرہ کی مورت کے اور کہیں کسی مٹی کے ڈھیر کے مقابلے میں اپنے عدیم المثال مجد و شرف اور اقتدار تصرف و مالکیت کے تمام جذبات وحسیات سے یکسر عاری ہو جاتا ہے اور ان پست ترین اجسام کے سامنے بھی سجدہ نیاز کرتا ہے اور انکی بے کمالی اور ان کی بے بسی سے بالکل آنکھیں بند

کرلیتا ہے۔ اپنے جیسی رفیع المرتبت اور مقتدر ہستی کے لئے ان کو مالک اور داتا سمجھنے کی فاش ترین غلطی کا شکار ہوکر ان کے سامنے ذلت کی ناک رگڑتا ہے اور جو مطالب اپنی زبردست قوت سے حاصل نہ کرسکا ہو، ان کو ان بے مقدرت اور بالکل بے بس اور پست ترین (جمادات) سے مانگتا ہے۔

اس نوع کے آدمی جمادات کے سامنے اپنی اختیاری عبدیت و بندگی سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ اتنی پست ہستی ہیں جن کے پہلو میں بیٹھنے سے جمادات کو بھی عار ہے۔ آہ! آج اس گم کردہ شرف وعظمت کو کون پہچان سکتا ہے کہ یہ وہی عظیم الشان انسان ہے کہ جس کے دامن رفعت تک بلند ترین آسمانوں اور بلند پرواز جنوں، حتیٰ کہ آسمان نشیں فرشتوں کا ہاتھ تک نہ پہنچ سکتا تھا۔

افسوس اور صد ہزار افسوس! آج وہی انسان اپنے آپ کو اس قدر نیچے گرا چکا ہے کہ پتھر، مٹی اور چونہ تک کو اس پر حق سروری حاصل ہے اور آہ! اس کی انتہائی پستی اور اختیاری دنائت کے اوپر کائنات کی پست ترین نوع (جمادات) بھی بے تحاشا ہنس رہی ہے

ہر شریف اور حساس انسان کے لئے اپنے شریف ترین بنی نوع کی یہ رسوائی، ذلت یہ عدیم المثال پستی بیحد رقت آور ہے اور وہ مجبور ہے کہ نہایت حزن آور حالت کو دیکھ کر بے طاقت ہوئے اور اپنی نوع کی حضور میں کمال ادب، بیحد خلوص، انتہائی دردمندی اور پوری غمخواری کے ساتھ عرض کرے کہ:- انسانی بھائیو! فرزانہ بہنو! اپنے مرتبہ کی حفاظت کرو! اپنے مرتبے کی حفاظت کرو! اگر خدائے قدوس نے توفیق عطا فرمائی تو یہ آوارہ آئندہ صحبت میں عرض کرسکے گا۔ کہ انسانی مرتبہ کی حفاظت کس طرح ہوسکتی ہے؟ فقط والسلام (ادارہ ہند منظور انصاری)



معراج کا علمی مشاہدہ

(از جناب قاضی ابو المعالی عبد الحفیظ صاحب مبارکپوری الاعظمی)

ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا کہ ایک چیز کو خواہ اسکی اصلیت آفتاب نیم روز سے زیادہ کیوں نہ تاباں ہو، ایک دیکھنے والا بالکل درست اور حقیقت جانتا ہے اور اسی چیز کو دوسرا دیکھنے والا سراسر غلط سراپا بے حقیقت سمجھتا ہے۔ کبھی آپ نے غور کیا کہ ایک ہی شے کے متعلق متضاد رائے کیوں، الگ الگ نظریے کس لئے ہیں؟ تو جہات کی لگام کو میدان نظر کی طرف موڑیئے تو آگے چلکر آپ کو دو راستے دکھائی دیں گے ایک "بصارت" کا دوسرا "بصیرت" کا

پہلے راستہ کے نشانات دھندلے ہیں اس کے دائیں بائیں مختلف رنگ کے پرفریب خار دار گھنے درخت ہیں، اس راستہ کا مسافر اگر اپنے اصلی مقصد کو پیش نظر رکھے ہوے بالکل سیدھا اور نہایت غور سے نشانات کو دیکھتا ہوا چلتا ہے تو منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے اور اگر اس کی نظر التفات مقصد سے ہٹ کر ذرا ان خوشنما ہرے بھرے پھول پتوں پر پڑی اور ان کی بے کیف رنگینیوں نے اپنی طرف کھینچا تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مسافر ان پُر بہار خاروں کے دریا میں غرق ہو جاتا ہے اور اس کی تہ میں گم ہو کر رہ جاتا ہے

دوسرا راستہ بالکل صاف ستھرا ہے۔ اس کے نشانات پتھر کی لکیروں سے زیادہ واضح ہیں اس کے دائیں بائیں پُرخار درختوں کی نظاروں کی جگہ منزل مقصود کی رہنمائی کے لئے نشانات گڑے ہوئے ہیں، وہ راستہ خود اس قدر بارونق اور پُرکیف ہے کہ اس کا راہی اس کے حسن مناظر کے نظارے اور منزل کی دُھن میں اس طرح مستغرق ہو جاتا ہے کہ اس کی نظر التفات کسی دوسری طرف پڑتی ہی نہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے وہ اپنے اصلی مقصد تک سلامتی کے ساتھ پہنچ جاتا ہے۔

یعنی ایک ظاہری نظر ہے جو تعصب، بغض، حسد، کینہ، عداوت کے علاوہ اور دیگر خارجی تاثرات سے متاثر ہے۔ اس نظر سے دیکھنے والے کے سامنے ان تاثرات کے بے شمار رنگ برنگ کے پردے پڑے رہتے ہیں اور اکثر و بیشتر آدمی کی نظر انہیں رنگین مناظر میں الجھ کر رہجاتی ہے۔ جس سے چیز کی اصلی تصویر نظر نہیں آتی۔ اور دوسری باطنی نظر ہے۔ جو ان دنیاوی تاثرات سے ملوث نہیں ہوتی جب وہ اپنے حقیقی انداز سے کسی چیز کو دیکھتی ہے تو بیجا اثرات کے تمام شبہی پردوں کو چاک کر کے بالکل صحیح

تصویر کو دیکھ لیتی ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا واقعہ یقیناً انسانی تاریخ کا حیرت انگیز اور خلاف عادت واقعہ ہے۔ کسی نبی یا پیغمبر نے کبھی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا کوئی آدمی آن کی آن میں تمام عالم لاہوت کی سیر کرکے واپس کیونکر آسکتا ہے دوزخ اور جنت بھی بھلا کوئی دیکھ سکتا ہے آسمان کیونکر پھٹ سکتا ہے کہ اس میں کوئی جائے، طبقہ ہوا طبقہ مار طبقہ نار طبقۂ زمہریر سے انسان کیسے گذر سکتا ہے، اور اس قسم کے سیکڑوں بیہودے سوالات کی صورتیں ظاہری نظر سے دیکھنے والوں کے سامنے پڑ جاتے ہیں۔ جس سے معراج کی حقیقت ان کے لئے عقدۂ لاینحل بن کر رہجاتی ہے - ابوجہل اور اس کے ہمنواؤں کے سامنے ہی تعصب، حسد عداوت کے حجابات تھے جس کی وجہ سے معراج کو نہ سمجھ سکے اور اسکو سامان تفریح سے زیادہ وقعت نہ دیسکے۔

مگر جن لوگوں کے دل منور و مجلی ہیں جو قلب سلیم و بصیرت سے کام لیتے ہیں، انبیاء سابقین علیہم السلام کی کتابوں اور اُن کے معجزات پر صدق دل سے ایمان رکھنے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی ذات کی عظمت اور برتری کو اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کرتے ہیں، ایسے قدسی صفت حضرات معراج کو بالکل حق اور عین معجزہ جانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء والمرسلین ہے، انبیاء سابقین کے اندر جتنے کمالات اور معجزے تھے وہ سب کے سب دامن رسالت پر بکھرے ہوئے پڑے ہیں، حضرت مسیح نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر دم کے دم میں تمام دنیا کو دیکھا اگر فخر مسیحا، بشارت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم ناسوت و لاہوت کی سیر چند لمحے میں کرلی تو کون سی بعید از عقل بات ہے؟ حضرت سلیمانؑ ہوا میں سیر کیا کرتے تھے اگر نور جسم صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہوکر مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک گئے تو کیا محال ہے؟ حضرت موسیٰ کی چھڑی سے پتھر پھٹ گیا، حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہا موم ہوگیا اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی شب آسمان شق ہوگئے تو عین حق ہے! حضرت ابراہیم پر نمرود کا آتشکدہ رشک گلستاں بنکر اپنا آتشیں اثر نہ دکھا سکا اگر دعائے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم کو کرۂ نار ضرر نہ پہنچا سکا تو اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جس کے صدقہ میں خلیل اللہ کے لئے آگ کی چنگاریاں پھول ہوگئیں اُس کو آگ کا طبقہ کیونکر متاثر کرسکتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے باتیں کیا کرتے تھے اور لوح توراۃ ان کو وہیں سے ملی۔ اگر سیاح لامکاں صلی اللہ علیہ وسلم نے قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام انتہا کو طے فرماکر واصل بحق ہوئے، اور وہیں سے "معراج المومنین" نماز کو لائے تو ہونا بھی

یہی چاہیئے، کیونکہ یہاں تو یہ ہے ع "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری"

اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ جملہ انبیاء کے سارے معجزات "معجزہ معراج" میں رونما ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے مثل دیگر پاک طینت، مقدس ہستیوں نے واقعہ معراج کو بلا کسی تردد کے بالکل من کل الوجوہ سچ مانا۔ کیونکہ انہوں نے بصارت سے بڑھ کر بصیرت سے کام لیا۔

ہجرت کا ساتواں سال ہے واقعہ معراج کو گذرے کم و بیش آٹھ سال ہو چکے ہیں۔ قیصر روم ہرقل کا دربار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نامۂ مبارک پر غور کرنے کے لئے مقام ایلیا (بیت المقدس) میں سجایا گیا ہے۔ بڑے بڑے عقلاء و مدبرین اور ارکان دولت جمع ہیں، مسیحی علماء، فضلاء اور عباد و رہبان بھی حاضر ہیں، ابو سفیان اور ان کے ساتھی جو بغرض تجارت شام میں موجود تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کرنے کے لئے بلائے گئے اور ترجمان کی وساطت سے ابو سفیان اور ہرقل کے درمیان گفتگو جاری ہے

ابو سفیان: (اثنار گفتگو میں) جہاں پناہ! اگر اجازت ہو تو ایک ایسی بات بتاؤں جس سے ان کے (رسول اللہ کے) جھوٹ کو آپ پہچان لیں گے۔

ھرقل:۔ کہو کونسی بات ہے،

ابو سفیان:۔ حضور وہ ہم لوگوں سے کہتے ہیں کہ میں رات کو مسجد حرام سے آپ کی اس مسجد اقصیٰ تک گیا اور پھر یہاں سے صبح کے قبل ہی مکہ پہنچ گیا۔

ایک راھب:۔ (جو ہرقل کے بالکل پاس ہی موجود تھا) میں اس رات کو جانتا ہوں۔

ھرقل (راہب کی طرف متوجہ ہو کر) تم کو اس کے متعلق کیا معلوم ہے؟ بیان کرو،

راھب: حضور میری عادت تھی کہ سونے کے قبل میں مسجد (اقصیٰ) کے تمام دروازوں کو بند کر دیا کرتا تھا، چنانچہ اس رات کو بھی حسب معمول میں نے دروازے بند کئے مگر ایک دروازہ مجھ سے کسی طرح بند نہ ہو سکا میں نے اپنے نوکروں اور حاضرین مسجد کو بلایا اور سب نے زور لگایا مگر پھر بھی دروازہ ہی غالب رہا اور مس سے مس نہ ہوا۔ بالآخر میں نے اسی وقت بڑھئیوں کو بلایا۔ انہوں نے دیکھ بھال کر بتلایا کہ کواڑ کچھ اسطرح پھنس گئے ہیں کہ اس وقت درست نہیں ہو سکتے صبح کو دیکھا جاویگا کہ معاملہ کیا ہے۔ میں کھلا چھوڑ کر چلا آیا اور رات بھر یونہی کھلا رہا جب صبح ہوئی اور دروازہ کے پاس گیا تو یہ عجیب بات دیکھی کہ مسجد کے کونے والے پتھر میں ایک سوراخ ہو گیا ہے اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی جانور اس میں باندھا گیا ہے اس واقعہ کو میں نے اپنے تمام ساتھیوں سے بیان کیا، اپنے سابقہ علوم کی بنا پر میں نے کہا کہ یہ دروازہ کسی

پیغامِ عمل

(از حضرت اطہر صاحب مبارک پوری)

سلمانو! ذرا سوچو یہ غفلت کیشیاں کبتک　　زمانہ میں رہیں گی جہل کی طغیانیاں کبتک
میں اکثر خون روتا ہوں تمہاری اس تباہی پر　　کہ دکھلائیگا یہ منحوس منظر آسماں کبتک
بہت کچھ ہو چکی شیرازۂ ملت کی بربادی　　تمہاری اس طرح بکھری رہیگی داستاں کبتک
تمہارے ان برے اعمال کی کالی گھٹاؤں میں　　رہیگا نیر اسلام دنیا سے نہاں کبتک
بلا کی برق گرنے کے لئے بے چین ہے تم پر　　مناؤ گے پڑے غفلت میں خیر آشیاں کبتک
مٹو گے صفحۂ ہستی سے تم حرف غلط ہو کر　　یونہی غافل رہے گر تم تو پھر نام و نشاں کبتک
کرو احساس پیدا اور سمجھو وجہ بربادی　　رہوگے یوں ذلیل و خوار زیر آسماں کبتک
رہیگا ساز عالم کب تلک خاموش نغموں سے　　سناؤ راگ وحدت کا رہوگے بے زباں کبتک
اٹھو اب تم کہ میدان عمل میں کام کرنا ہے　　سلائیگی فنا کی نیند تن آسانیاں کبتک

نوائے زندگی تو چھیڑ دے مردوں کی محفل میں
رہے گا اطہر غمگین یوں ہی نوحہ خواں کبتک

مولانا حسین احمد مدنی سے خطاب

(از مولانا سید عابد صاحب وجدی بھوپالی متعلم دارالعلوم دیوبند)

اے کہ تیری ذات سے وابستہ نظم انقلاب — اے کہ تو امیدگاہ مسلم خانہ خراب
اے کہ تو ہے کاروانِ قوم کا سالار آج — آسمانِ حرّیت کا اک درخشاں آفتاب
تیرا سینہ حاملِ رمزِ حدیث مصطفٰے — تیرا دل آئینہ دارِ معنیٔ ام الکتاب
تیری ہیبت سے نگوں سر کفر کی سب طاقتیں — تیری ہستی سے جہانِ کفر میں اک اضطراب
نوجواں ہے تیری ہمت، نوجواں تیرا عمل — تیری پیری میں نہاں ہے جوشِ امواجِ شباب
تیری طینت جوہرِ اخلاق سے آراستہ — تیری فطرت ارجمند و صالح و عظمت مآب
عزم کو تیرے کوئی قوت بدل سکتی نہیں — ہر ارادہ تیرا مستحکم صمیم و کامیاب
تو ہی تھا دمساز شیخ الہند کا ہر دور میں — ہر خوشی و رنج میں انکے رہا تو ہمرکاب
کفر و ایماں کی حقیقت تونے کردی واشگاف — آشکارا ہوگئی جو بات تھی زیرِ نقاب
اس مدینہ میں بھی تونے درس سنت کا دیا — بارشیں ہوتی ہیں رحمت کی جہاں بے حساب
وہ مدینہ جس کے ذروں سے نمایاں ضوءِ حسن — جسکی خاکستر سے رخشاں حسنِ ماہ و آفتاب
تشنۂ مضراب ہے پھر سازِ ہستی قوم کا — نغمہ پھر چھیڑ دے ہو جائیں ہیجو شیخ و شباب
نشۂ توحید سے سرشار جو کر دے مجھے — تو پلادے اپنے میخانہ سے وہ رنگیں شراب

وجدیٔ آشفتہ را ذوقِ فداکاری بدہ
شوقِ آزادی بدہ، جذباتِ غمخواری بدہ

علمائے سلف اور جہاد
علمائے خلف کیلئے ایک لمحۂ غور و فکر

(از جناب قاضی ابوالمعالی عبدالحفیظ صاحب اطہر مبارکپوری الاعظمی)

میری داستان کے عنوان وہ علماء رحمہم اللہ ہیں جو علوم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی وارث ہیں جن کے اجسام آج پیوند زمین ہو چکے ہیں اور فقط نام تاریخ کے اوراق پارینہ پر باقی رہ گئے ہیں، جو محدث بھی تھے سپاہی بھی، فقیہ بھی تھے مجاہد بھی، عالم بھی تھے اسلام کے ادنیٰ رضاکار بھی، وہ علمی کاوشوں اور موشگافیوں کے ساتھ ساتھ جوانمردی، ہمت، دلیری، بہادری اور جفاکشی و محنت اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے کبھی مسند تدریس پر بیٹھکر شریعت کے حقائق و معارف بیان کرتے تو کبھی میدان جہاد میں اپنی تلواروں کے جوہر دکھلاتے، رات کو مسجد کے محرابوں میں مصروف عبادت و ریاضت رہتے تو دن کو کارزار جنگ میں شیر دل ہو کر گرجتے- ان کی علمی مصروفیتیں آج سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی تھیں- تحصیل علم کے لئے دور دراز مقامات کے سفر کرتے تھے -اسی طرح اسلام کی اشاعت کے لئے ہر قسم کی مصیبت جانی و مالی قربانی اور جہاد کو بھی فرض سمجھتے تھے —— یہ کیوں؟

اس لئے کہ وہ مجسم عمل تھے جو کچھ پڑھتے تھے کر کے دکھلا دیتے تھے، اپنے فرائض کو کما حقہا انجام دیتے تھے- اسلامی تعلیمات اور ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینے تھے ان کے نزدیک العلماء ورثۃ الانبیاء کا مصداق بننے کے لئے چند مخصوص علم اور مخصوص کتاب پڑھ لینا کافی نہ تھا بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے فرش خاکی پر بیٹھکر شریعت کے احکام بھی بیان فرمائے ہیں، تیر اندازی کی تعلیم بھی فرمائی ہے لہو ولعب سے منع بھی کیا ہے گھوڑ دوڑ بھی کیا کرایا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد کی ترغیب بھی فرمائی ہے- خود بنفس نفیس میدان جہاد میں تیغ رسالت کے جوہر بھی دکھلائے ہیں- لشکر کی قیادت بھی فرمائی ہے- جہاد اسطرح سے فرمایا ہے کہ شدید زخمی ہو گئے- دندان مبارک تک شہید ہو گئے" اسی طرح وارث نبی ہونے کے لئے یہ سب کچھ فرض ہے- آج کی مجلس میں تذکرۃ الحفاظ اور ابن خلکان انہیں محدثین و حفاظ کے مقدس گروہ سے چند ان علماء کے مجاہدانہ کارنامے پیش کروں گا جنہوں نے اپنی بے انتہا علمیت کے ساتھ ساتھ

لشکر کی امارت بھی کی ہے۔ سرحد کی محافظت میں کتنی راتیں جاگے بھی ہیں، مجاہدین کی مالی امداد بھی فرمائی ہے۔ حتیٰ کہ خود جہاد میں شریک ہو کر کارہائے نمایاں بھی انجام دئے ہیں۔ اگرچہ ان علمائے سلف کے حالات اور تذکرے میں مورخین نے ان کے علمی کارناموں کے مقابلہ میں ان خدمات کو بہت ہی کم بیان کیا ہے مگر پھر بھی تاریخ و رجال کی کتابوں میں اس قسم کے واقعات جستہ جستہ مقامات پر سنہری حرفوں میں ثبت ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین،

امام حسن بصریؒ بہت بڑے بہادر تھے اور جہاد کو لازم کر لیا تھا، اعزج حافظ مقری آخر عمر میں اسکندریہ کی سرحد کی جانب مرابط[1] ہو کر چلے گئے۔ ابو اسحٰق سبیعیؒ نے امیر معاویہ کے عہد خلافت میں روم میں جہاد کیا، امام اوزاعی یمامہ کی ایک لڑائی میں جہاد کے لئے نکلے، امام زائدہ بن قدامہ الکوفیؒ بڑھاپے میں روم میں مرابط تھے۔ اور وہیں انتقال کیا، ابو اسحٰق الفزازیؒ مصیصہ کی سرحد پر مرابط تھے، محمد بن سعد نے ان کو صاحب سنۃ وغزو کہا ہے۔ شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارکؒ کو علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں "فخر المجاہدین" لکھا ہے۔ نیز لکھتے ہیں افنی عمرہ فی الاسفار حاجا ومجاھدا وتاجرا اپنی تمام زندگی حج، جہاد اور تجارت کے سفروں میں صرف فرمائی ایک مرتبہ آپ کے شاگردوں نے آپ کے خصائل شمار کئے تو منجملہ خصائل کے غزوہ اور سواری کرنے کو گنا یا عیسیٰ بن یونس سبیعی کوفیؒ مقام حدث کی سرحد پر مرابط ہو کر مقیم رہتے تھے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ہم لوگ سنا کرتے تھے کہ عیسیٰ بن یونس ایک سال حج کرتے ہیں ایک سال غزوہ میں رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ وہ قلعوں کے کسی معاملہ میں بغداد آئے تو ان کو کچھ مال دینے کا حکم ہوا انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ احمد بن جناب مصیصی کا قول ہے کہ عیسیٰ نے پینتالیس لڑائیاں کی ہیں اور پینتالیس حج کئے ہیں۔ ابن معین کا بیان ہے کہ عیسیٰ کے بدن پر میں نے ایک قبا محشو اور دو سرخ موزے دیکھے ہیں جن کو وہ لڑائی کے لئے پہنا کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن حصہ اول ۲۵۷ و ۲۵۸)

عبداللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ احمد بن شبویہؒ کے بیٹے ثابت نے ایک مرتبہ مجھ سے بیان کیا کہ میرا اپنے والدین کے متعلق خیال تھا کہ وہ جہاد کرنے اور قیدیوں کے چھڑانے اور سرحد پر جمے رہنے کی وجہ سے احمد بن حنبل پر فوقیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے بھائی عبداللہ سے

---

[1] رباط اور مرابطہ کے معنی دشمن کی سرحد پر پہرہ دینا، مرابط اور رباطی اس مجاہد کو کہتے ہیں جو اس خدمت پر مامور ہو ۱۲ منہ۔

اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ احمد بن حنبل بڑھے ہوئے ہیں حافظ ابراہیم بن جوہری عین زربہ میں مرابط تھے اور وہیں فوت ہوئے - حافظ رباطی خراسانی کو ابن طاہر نے رباط کا معاملہ سپرد کردیا تھا - اسی وجہ سے جب حافظ رباطی امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام احمد ان سے بہت خوش نہیں ہوئے اور فرمایا کہ کیا صورت ہوگی کل کہا جائے گا کہ ابن طاہر اور اس کے ساتھی کہاں ہیں تو تم سوچو کہاں ہوگے، غالباً اسی رباط کی خدمت انجام دینے کی وجہ سے حافظ مذکور کو دنیا نے رباطی کے لقب سے مشہور کیا اصل نام احمد بن سعید ہے - امام مروزی جب جہاد کیلئے نکلے تو عوام مقام سامرا تک ان کو پہنچانے گئے حالانکہ لوگوں کو منع کرتے تھے اور کہتے تھے واپس جاؤ مگر لوگ واپس نہ ہوئے - اور جو لوگ ان کے ساتھ سامرا تک پہنچ گئے تھے اندازہ کیا تو پچاس ہزار آدمی تھے -

حافظ امام ابو احمد بن علی کرخی کو علامہ ذہبیؒ نے "المجاہد" لکھا ہے - امام مذکور القصاب کے لقب سے دنیا میں مشہور ہیں - امام ذہبیؒ تذکرہ میں اس لقب کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں وانما عرف بالقصاب لکثرة ما اهراق من دماء الکفار فی الغزوات (تذکرة الحفاظ صفحہ ۱۴۳) قصاب کے لقب سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ غزوات میں کفار کا خون بہت زیادہ بہاتے تھے - حافظ حسینک ابو احمد حسین بن علی تمیمی نے ایک مرتبہ دس مجاہدین کو مع سامان جنگ کے جہاد کے لئے بھیجا، خود کئی مرتبہ سرحد کی مرابطہ فرمائی - امام غطریفیؒ دہستان کی جنگ میں شہید ہوگئے - جب زخمی ہوئے تو فرمایا کہ مجھکو مکہ لے چلو چنانچہ مکہ لائے گئے اور وہیں وفات پائی - آپ صفا اور مروہ کے درمیان مدفون ہیں، ابن شاس الحلالؒ مالکی مذہب کے بہت بڑے فقیہ اور فاضل تھے بقول علامہ ابن خلکانؒ مالکی لوگ مصر میں ہمیشہ ان کے یہاں ان کی علمیت اور قابلیت کی وجہ سے پڑے رہتے تھے - مصر میں مدرس تھے - جب ان کو معلوم ہوا کہ دمیاط پر دشمن کا قبضہ ہوگیا تو جہاد کی نیت سے مصر سے دمیاط کی سرحد پر گئے اور وہیں جمادی الاخری ۶۱۶ھ میں فوت ہوئے

ابن خلکان طبع ایران صفحہ ۲۷۰

ذهب الجود والجنيد جميعاً فعلى الجود والجنيد السلام

بیشک علماء سلف نے جہاد کیا - غزوات میں شریک رہے اسلام کی اشاعت اور شوق شہادت میں معلوموں اور صحراؤں کی تکلیف اور جنگ کی صعوبتیں اور مصیبتوں کو برداشت کیا، اکثر نے اپنے مقدس خون سے میدان جنگ کو لالہ زار بنا [illegible] [illegible] [illegible] دشمنان کا نشانہ بنایا اور اپنا فرض ادا کیا

جس کا بدلہ خدا سے پاگئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک ان سے خوش ہوئی، باوجودیکہ ان کو دنیا سے گئے متعدد صدیاں گذر گئیں مگر اب بھی دنیا ان کا نام نہایت پیار اور احترام سے لیتی ہے، وہ اپنی برکتوں کو اپنے ساتھ لے گئے۔

آج بھی علماء موجود ہیں مگر خدارا کوئی تبلائے کہ اسلاف کی وہ صفتیں ان اخلاف میں بھی موجود ہیں؟ وہ بھی عالم تھے یہ بھی عالم ہیں۔ لیکن ان کی ایک خوبی بھی ان میں پائی جاتی ہے؟ افسوس کہ آج اکثر علماء جس طرح عموماً اپنے فرائض سے غافل ہیں خصوصیت کے ساتھ اس اہم فریضہ سے بالکل ہی بے خبر ہیں۔ اس غفلت کی انتہا یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے اختلافات اور فقہی مسائل پر آپس میں خوب محاربہ ہوتا ہے۔ اس لفظی جنگ میں یہ علماء اپنی اپنی درسگاہوں میں شیروں کی طرح گرجتے ہیں۔ مگر اسی قرآن و حدیث اور فقہ میں جہاں جہاد یا اس قسم کے اور اسلامی مسائل آجاتے ہیں تو اس طرح خاموشی سے گذر جاتے ہیں کہ گویا یہ کوئی اہم اور معرکہ کا مسئلہ نہیں، میرا یہ مقصد نہیں کہ علماء کرام درس و تدریس کو چھوڑ کر خواہ مخواہ تلواریں لیکر نکل پڑیں۔ مقصد یہ ہے کہ علماء اس چیز پر غور فرمائیں وقت کی نزاکت کو سمجھیں وہ زمانہ ختم ہوگیا کہ اپنی سلطنت کے ہر طرف پرچم لہرا رہے ہیں بادشاہ نہایت بے فکری سے حکومت کرتے ہیں اور علماء کو بڑے بڑے وظیفے ملتے ہیں اور نہایت ہی بے پرواہ ہوکر منطق و فلسفہ کے باریک مسائل پر دفتر کے دفتر سیاہ کئے جاتے ہیں۔ اب تو عمل کا سوال ہے۔ زندہ رہنا ہے تو موت کے میدان میں اترئے۔ قوم کی باگ ڈور آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ خود سر فروش بنکر ان میں سر فروشی کا جذبہ پیدا کیجئے، جہاد کی تعلیم اور اس کے مسائل کو بیان کیجئے۔ مدارس اسلامیہ میں طلبہ کو مجاہدانہ کھیل کھلایئے۔ کیونکہ مستقبل قریب میں اسلام آپ حضرات سے مجاہدانہ جذبات کا طالب ہوگا۔ اللہ کا شکر ہے کہ فعال علماء کی ایک بڑی جماعت اس چیز کی طرف متوجہ ہے۔ مگر اب تک کوئی عملی اقدام نہیں ہوا۔ نہایت ادب سے گذارش ہے کہ خدارا اب دیر نہ کیجئے جلد از جلد دل کی بات کو عملی جامہ پہنایئے۔ امید ہے کہ میری اس داستان کہنہ اور گزارش پر علماء کرام توجہ فرمائیں گے، اور غور و فکر سے کام لیں گے۔ والسلام مع الاکرام

اکابر دین کے سبق آموز حالات

(مولینا فیض الرحمن صاحب اعظمی متعلم دارالعلوم دیوبند)

علمی دلچسپیاں و مصائب سفر مذکورہ واقعات زیادہ تعجب خیز نہ ہوتے اگر سلسلہ یہیں دستی ہیں پر ختم ہو جاتا۔ نہیں۔ ساتھ ساتھ انہوں نے گھر بار چھوڑا۔ چار دانگ عالم میں پھرے۔ مشرق سے مغرب شمال سے جنوب تک علمی تحقیق و تدقیق میں سرگرداں رہے۔ دشت و جبل بر و بحر میں ہی علمی دلچسپیوں نے سکونت پذیر نہ ہونے دیا۔ راہ طلب میں ہمیشہ مردانہ وار گامزن رہے۔ ایک ایک روایت کیلئے نہ جانے کتنے لمبے لمبے شب و روز کے پیہم سفر کئے۔ بعضوں نے اکثر حصہ بعضوں نے کل حصہ عمر سفر ہی میں خرچ کیا۔

میری نظروں سے ایک معتبر کتاب گذری جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلاف نے جن جن مہالک و خطرات میں پڑکر تحصیل علوم کیا ہے انکا بیان کرنا موجودہ دور میں شاید اعجوبہ سے زیادہ حیثیت نہ رکھے۔ ممکن ہے سطح بین نگاہیں اس سے انکار کر دیں۔ مگر جنہوں نے تاریخ کے صفحات گردانے ہیں مقدس اسلام پر قربان ہونے والوں کے واقعات پڑھے ہیں ان کے لئے انکار مشکل ہے۔ خصوصاً جبکہ دارمی کا واقعہ بھی نظروں سے گذرا ہو جنہوں نے طلب حدیث میں حرمین۔ خراسان۔ شام۔ مصر کا سفر کیا ہے۔ امام بخاری کے چہاردہ سالی میں وطن مالوف کو خیرباد کہنا اور سفر میں انکی مہربان کی نگرانی کو جانتا ہو جس کے کانوں نے امام ابو حاتم رازی کی سرگذشت کو بھی سنا ہوگا جنہوں نے علم کی خاطر تین ہزار فرسخ سے زیادہ پیادہ پا سفر کیا (جسکا تخمیناً حساب نو ہزار میل) سے زائد ہوتا ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ ممدوح خود تحریر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اور سفر کئے لیکن میلوں کا شمار چھوڑ دیا—— امام فسوی کا تیس برس سفر کرنا۔ شیخ بقی ابن مخلد کا دو سو اسی شیوخ سے روایت نقل کرنا جسپر طرفہ یہ کہ ہر ایک کا مختلف جگہوں میں رہنا۔ ابن المقری کا ایک نسخہ نقل کے لئے ستر[1] منزل سفر کرنا جسکی قدر و قیمت ایک نان بائی کی نظر میں ایک روٹی سے بھی کم تھی مزید براں چار دفعہ مشرق (ممالک ایشیا) اور مغرب (ممالک افریقہ و اسپین) کا سفر کرنا۔ دس دفعہ بیت المقدس کی دید سے فیضیاب ہونا۔ حافظ ابن طاہری مقدسی کا طلب حدیث کے لئے تمام اسفار میں پیادہ پا چلنا۔ گاہے گاہے مشقت سفر کے باعث پیشاب کا خوناب ہونا۔ مکہ مکرمہ۔ دمشق۔ حلب جزیرہ۔ اصفہان نیشاپور۔ ہرات۔ رحبہ۔ نوقان۔ مدینہ طیبہ ہمدان وغیرہ وغیرہ کا سفر کرنا سنا یا پڑھا ہو۔ جس کا قلب امام ابو[2] سعید و امام کسائی کے واقعہ کی تصدیق کرتا ہو اس کے لئے اسلاف کے ان نمایاں کارناموں کو بھلا کر درپئے انکار ہو۔

---

[1] ممدوح سولہ برس کی عمر میں ابو نصر زینبی کے پاس تحصیل علم کے لئے بغداد گئے پہنچے پر انکی وفات کی خبر ملی۔ انہیں بہت صدمہ ہوا حتی کہ چیخ کر روئے طمانچوں سے منھ لال کر لیا۔ اور یہ حسرت آمیز کلمہ کہا من این لی علی بن البعد عن مقعدہ ۱۲

ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ ان کے سفر آج کی طرح آرام و راحت چین و اطمینان کے نہیں ہوتے تھے بلکہ انہیں انہیں مختلف قسم کی دشواریوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ بہت سی صعوبتوں نے انہیں آنکھیں دکھائی ہیں نمونہ کے لئے ہم چند واقعات درج کرتے ہیں۔

امام ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جہاز سے اترتے ہی زاد راہ ختم ہوگیا۔ میرے دو رفیق سفر بھی میری طرح بے مایہ و بے سر و سامان تھے۔ ہم تینوں تین دن تک مسلسل فاقہ کی ہلاک کن مصیبت برداشت کرتے ہوئے جادہ پیما رہے۔ تیسرے دن بھوک کے ضعف نے آگے جانے کی اجازت نہیں دی۔ ناتوانی نے زمین پر پچھاڑ دیا۔ ایک بڈھا رفیق سفر بیہوش ہوگیا۔ قدرے توقف کے بعد غریب کو کو چھوڑ کر ہم نے آگے کا قصد کیا۔ قریب ہی اسے ایک کشتی دکھلائی دی جس کا ناخدا مسافروں کا بار اتارتا تھا۔ فاقہ کش مسافر نے چادر اوڑا کر اشارہ کیا۔ دیکھنے والوں نے مستغیث کی غرض سمجھی اور اسکی فریاد پر لبیک کہتے ہوئے اسکی اعانت کے لئے اسکی جانب بڑھے اور ماحضر سے اسکی گرسنگی دور کی۔ قدرے ہوش آنے کے بعد ہمارے خیال نے اسے بےچین کیا۔ اور معاونین سے درخواست کی کہ میرے اور پسماندہ رفیقوں کی اعانت کیلئے بھی دوڑو۔ چنانچہ وہ ہماری طرف بڑھے۔ ابو حاتم رازی کو از خود رفتہ دیکھکر ان کے منھ پر پانی کے چھینٹے دے۔ پانی پلایا۔ ہوش بجا ہوئے۔ یہی قصہ بڈھے کے ساتھ بھی رہا۔ الغرض تینوں کے جسم میں کچھ توانائی آئی تو پھر چل کھڑے ہوئے۔

قربان جائیے ان کے جذبہ شوق اور طلب صادق پر جو مصیبتوں کے ہر رنگ میں رنگے ہوئے اور سختیوں کے ہر لباس میں ملبوس نظر آئے۔ گرمی میں عرق جبیں نے پاؤں کی بلائیں لیں۔ سردیوں میں قوت دست و پا نے جواب دیا۔ لیکن کیا ان کے ارادوں میں اس شرر فشاں طمازت، اس تپتے ہوے ریگ۔ اس جلتی ہوئی زمین نے کچھ کجی پیدا کی۔ کیا سردیوں کی برف باری آب و ہوا کی برودت دست و پا کے تشنج نے ان کے مطلوب کو ناممکن الحصول بنایا کیا یہ ہمت شکن واقعات جو ہم ذیل میں ذکر کریں گے اُن کی علوہمتی میں مانع ہوے۔ حاشا و کلا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

منقول از علماء سلف [illegible] معروف کو ایک مجلس میں لفظ عییت (بالتشدید) کے تلفظ میں غلطی ہوئی لوگوں کے اعتراض سے کسائی کے دل پر چوٹ لگی اور مجلس کے باہر آکر فوراً یہ قصد کیا کہ ایسا فن کیوں نہ سیکھوں جس سے آئندہ ایسی خفت نہ ہو چنانچہ [illegible] بصری کے ہاں پہنچے کچھ روز وہاں تحصیل علم کیا۔ انکی مجلس کافی نہ ہوئی اور ایک بدوی کا یہ طعنہ آمیز جملہ کہ [illegible] کو چھوڑ کر عربیت حاصل کرنے کے لئے بصرے میں پڑے ہو۔ چنانچہ اسے خیال پیدا ہوا اور موقعہ [illegible] سے دریافت کیا کہ فن ادب کہاں سے سیکھا جواب دیا کہ تہامہ۔ نجد کے جنگلوں میں یہ سنتے ہی کسائی نے صحرا کی راہ [illegible] منقول از علماء سلف [illegible] موجودہ میل سے آٹھ سو چالیس میل ہوتا ہے۔

عدل وانصاف کا خون ہوگا اگر ہم علی ابن الحسن کی روایت کو ٹھکرادیں جنہوں نے عبداللہ ابن المبارک سے ایک حدیث کی نسبت موسم سرما میں ساری رات مکالمہ کیا حتی کہ بانگ موذن نے مسجد کی جانب چلنے سے مجبور کیا۔ حق وصداقت سے اغماض ہوگا اگر امام زہری کا واقعہ فراموش کردیں جو کتب بینی کے وقت کائنات عالم کو کھو بیٹھے۔ بعض اوقات بی بی کے یہ طعنہ آمیز کلمات بھی سنتے کہ یہ کتابیں تین سوکنوں سے زیادہ مجھ پر گراں ہیں محض پڑھنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے مطالب کے حل اور مشکلوں کی عقدہ کشائی میں در در پھرتے۔ کتابوں کو اکثر حفظ کرتے۔ التفات کامل سے کام لیتے تھے۔ اسی توجہ کا کرشمہ تھا جس نے دارقطنی[۱] کو شہرۂ آفاق بنایا۔ حافظ کبیر اثرم[۲] کو کشتی مسلم کا کھویا بنایا۔ اور اسی طلب صادق کا اعجاز تھا جس نے ابو العلاء[۳] کے سر امامت ادب کا سہرا باندھا۔

۱؎ انکا واقعہ مشہور ہے کہ اسمٰعیل اصفار کی مجلس املا میں حاضر تھے شیخ املا میں مصروف تھے اور ایک کتاب کی نقل کرتے جاتے تھے ایک شخص اُن کی بے توجہی دیکھ کر جھنجھلایا کہ تم تو نقل کتاب میں مشغول ہو تمہارا سماع کیسے قابل قبول ہوسکتا ہے۔ دارقطنی نے یہ سنکر فرمایا کہ اچھا میرے سماع میں فرق ہوتا ہے تو تم بتلاؤ ابتک شیخ نے کتنی حدیثیں روایت کی ہیں۔ اس شخص کو مجموعی تعداد یاد نہ رہی اور جواب نہ دے سکا۔ دارقطنی نے کہا کہ ابتک اٹھارہ حدیثیں بیان کی ہیں اور پھر ایک کو مع اسناد و متون بیان کر دیا۔ ۱۲ منقول از علماء سلف ۲؎ ایک مرتبہ دو شیخ خراسانی مکہ مکرمہ میں آئے اور حرم محترم کے دو جانب بیٹھ کر انہوں نے ایک ہی وقت میں روایت حدیث کی۔ دونوں کے سامعین و مستمعی جدا جدا تھے۔ حافظ کبیر اثرم دونوں کے بیچ میں بیٹھ گئے اور دونوں کا بیان برابر لکھتے رہے۔ منقول از علماء سلف ۱۲۔ ۳؎ ابو عمرو ابن العلا (امام ادب) ایک زمانہ میں سفاک حجاج ابن یوسف کے خوف سے صحرائے عرب میں بھاگتے پھرے۔ ادھر ان کی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ اُدھر علامہ ادب کو یہ تلاش تھی کہ لفظ فُرجہ جیم بالضم ہے یا بالفتح۔ ایک روز اثناء بادیہ پیمائی میں کسی سے ایک شعر پڑھتے سنا جس میں لفظ فرجہ بالفتح تھا۔ شعر پڑھ کر وہ بدوی ان کی جانب متوجہ ہوا۔ اور حجاج کے مرنے کی خبر سنائی۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھکو تمیز نہ ہوسکی کہ آیا میں لفظ فَرجہ کی صحت سے زیادہ خوش ہوا یا ظالم جانی دشمن کی خبر مرگ سے ۱۲ منقول از علماء سلف

انوکھے ہتھیار

(از منشی قدرت اللہ صاحب کاتب رسالہ ہذا)

توپ گولی نہ میسر ہوں تو پتھر ہی سہی ۔۔ تیر و تیغ نہیں ہے تو نشتر ہی سہی
مئے توحید کا مسلم نے نہ چھوڑا قطرہ ۔۔ پی کے جو گالیاں بکوائے وہ ٹھرا ہی سہی
ساری قوموں کی تمنا ہے حکومت مل جائے ۔۔ نشہ برطانیہ کے عہدوں کا نشہ ہی سہی
دل نازک [illegible] ۔۔ [illegible] ہی سہی
مت چلا ہائے [illegible] ۔۔ تو بھی کچھ بول [illegible] ہی سہی

اسلام اور آئین حکومت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات کا طرز زندگی - آمدنی - خرچ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خواہرزادہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ہم ایک چاند پھر دوسرا پھر تیسرا یعنی پے در پے تین چاند دیکھ لیتے تھے۔ بالفاظ دیگر دو دو مہینے لگاتار گذر جاتے تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں آگ نہیں سلگائی جاتی تھی۔

حضرت عروہ — خالہ جان آپ حضرات کس چیز پر زندگی بسر کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ — صرف دو کالی چیزوں پر۔ کھجور اور پانی۔

(بخاری و مسلم مشکوٰۃ ۴۴۸)

ہاں کبھی کبھی ایسا ضرور ہوتا تھا کہ انصاری پڑوسی جن کے ہاں اونٹنیاں تھیں کچھ دودھ بھیج دیتے تھے

نیز عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا — حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کبھی نہیں ہوا کہ دو دن متواتر جو کی روٹی پیٹ بھرائی مل گئی ہو۔ یا جو کی روٹی اور زیتون کا تیل دو وقت پیٹ بھرائی میسر آ گیا ہو۔ (جمع الفوائد ص ۲۷۴ ج ۲)

اگر کسی دن دونوں وقت کچھ مل گیا تو ایک وقت کی غذا لازمی طور پر کھجور ہوتی تھی۔ اور جب دونوں وقت لوگوں کو کھجور اور پانی میسر آنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی (ایضاً ص ۲۷۴ ج ۲)

پوشاک مبارک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اون (بھیڑ بکریوں کے بالوں کا بنا ہوا کپڑا (کمبل) زیب تن فرماتے تھے (اسی کی لنگی اور اسی کا کرتا، ٹکیاں لگی ہوئی اور گٹھے ہوئے جوتے پہنا کرتے تھے۔

موٹی قسم کے جو۔ خوراک تھی اور موٹے قسم کے کپڑے پوشاک۔ اور جو بھی وہ جنکی روٹی پانی کے گھونٹ کے بغیر حلق سے نیچے نہ اترتی تھی۔ (جمع الفوائد ص ۲۷۴ ج ۲)

وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دو موٹی کمبلیاں دکھائیں جن میں پیوند پر پیوند لگے ہوئے تھے۔ اور فرمایا ان دو کپڑوں میں سردار دو جہاں کی وفات ہوئی ہے" صلی اللہ علیہ وسلم (شمائل ترمذی)

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کے کپڑے طے کر کے رکھے گئے ہوں۔ (جمع الفوائد ص ۲۷۵ ج ۲)

عائشہ صدیقہ — جس روز صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی میرے پاس کل جمع تھوڑے سے جو تھے۔

ایضاً جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی ذرہ ایک یہودی کے ہاں تیس صاع جو کے عوض گروی تھی (بلا سود کے) جمع الفوائد ص ۲۷۵ ج ۲ ۔ ترمذی شریف ص ۱۴۶ ج ۱

آمدنی خیال کیا جاتا ہے کہ آمدنی کی کمی اس تنگی کا سبب تھی۔ بیشک ؟ ایک عرصہ تک یہی تھا کہ کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ لیکن مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد جب سے جہاد کا حکم ہوا تو مال غنیمت کا پانچواں حصہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہوتا تھا۔ نیز آپکو ایک صَفیّہ ملتا تھا۔ یعنی پانچویں حصہ کے علاوہ مال غنیمت میں سے کوئی ایک چیز آپ اپنے لئے منتخب فرما سکتے تھے

پھر ہجرت کے دو سال بعد مدینہ طیبہ کے یہودیوں نے بغاوت شروع کی تو سب سے پہلے غزوہ بدر سے ۶ ماہ بعد ۳ھ بنو نضیر کو جلاوطن کیا گیا اور اُن کی جائدادیں ضبط ہوئیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص حصہ قرار دی گئیں۔ اس میں سے اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار صاحبان کو بھی جو صاحب ضرورت تھے جائدادیں عنایت فرمائیں۔ مگر ایک حصہ اپنے لئے بھی رہنے دیا۔ جس کے متعلق ابوداؤد کی روائت ہے کہ وہی جائیداد بعد میں بنی فاطمہ کو دی گئی (جمع الفوائد ص ۴۳ ج ۲)

جمع الفوائد ص ۴۳

اس کے بعد جہاد بھی ہوتے رہے اور خصوصیت سے یہود کے دیگر قبائل جو یکے بعد دیگرے بغاوت عہد شکنی اور غداری کی بنا پر جلاوطن کئے گئے تو اُن کے ضبط شدہ اموال اور جائیدادیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص حصہ قرار دی جاتی رہیں۔

۷ھ میں غزوۂ خیبر ہوا تو فدک کا مشہور رقبہ اور خیبر کے کچھ اور رقبے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہو گئے۔ غرض ۷ھ تک اتنی جائیدادیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہو گئیں کہ شاہی شان و شوکت کے لئے بخوبی کفایت کر سکتی تھیں۔ چنانچہ خلفاء بنی امیہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا دعویٰ کر کے ان جائیدادوں کو اپنے لئے مخصوص کر لیا تو ان جائیدادوں کی آمدنی سے ان کے شاہانہ مصارف پورے ہوتے۔ اور اسی آمدنی سے وہ اپنے عیش پرستی کی ہر وزنیں بڑی شان کیساتھ پوری کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگیر کے مصارف بیشک قرآن شریف میں مصارف اتنے زیادہ بیان فرمائے گئے ہیں کہ ان میں سے ایک پیسہ بچنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً (۱) رشتہ دار۔ یتیم۔ مسکین۔ مسافر (۲) فقراء۔ مہاجرین (۳) انصار کے فقراء اور غریب (۴) ان کے بعد جو اور صاحب حاجت ہوں ملاحظہ ہو آیہ کریمہ ما افاء اللہ علی رسولہ الآیہ تا والذین جاؤا من بعدھم

چنانچہ بقول حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فاستوعبت هذه الآية الناس فلم يبق أحد قرآن پاک کی آیت نے تمام مسلمانوں کو احاطہ کیا من المسلمين إلا له فيها حق - ابوداؤد شریف

میں حصہ دار بنادیا کوئی بھی حاجتمند مسلمان ایسا نہیں جس کا اس جاگیر میں حق نہ ہو۔

باب فی صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاموال)

لیکن چونکہ اس آیت میں سب سے پہلے ان جاگیروں کی آمدنی میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذی القربیٰ (رشتہ داروں) کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جاگیروں کی آمدنی کو جس طرح تقسیم فرمایا وہ ابوداؤد کی مندرجہ ذیل روایت سے واضح ہوگا۔

کانت لرسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث صفایا۔ بنو نضیر۔ خیبر۔ فدك۔ فاما بنو نضیر فکانت حبسا لنوائبہ واما فدک فکانت حبسا لابناء السبیل واما خیبر فجزاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ اجزاء جزئین بین المسلمین وجزأ لنفقۃ اھلہ۔ فما فضل من نفقۃ اھلہ فجعلہ بین فقراء المھاجرین۔ (ابوداؤد شریف باب صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاموال)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص جاگیریں تین تھیں (۱) بنو نضیر (۲) خیبر (۳) فدک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کی آمدنی کو تو قومی ضروریات کے لئے محفوظ رکھتے تھے (مثلاً مصارف جہاد یا دینیہ وغیرہ) اور فدک کی آمدنی۔ مسافروں کیلئے محفوظ رہتی۔ البتہ خیبر کی آمدنی کے تین حصے فرمادئے تھے دو حصے عام مسلمانوں کی ضروریات کیلئے اور ایک حصہ اہل وعیال کے نفقہ کیلئے اور جو اہل وعیال کے نفقہ سے بچتا تھا اسکو مہاجر فقیروں پر صرف فرمادیتے تھے۔

ازواج مطہرات کے نفقے اہل بیت کے نفقہ کی تفصیل کے لئے ذیل کی روایت ملاحظہ ہو۔

یعطی ازواجہ کل سنۃ مائۃ وسق ثمانین وسقا من تمر وعشرین وسقا من شعیر (ابوداود۔ بخاری۔ مسلم وغیرہ) جمع الفوائد

ہر ایک بیوی کو ہر سال سو وسق عنایت فرماتے تھے اسی وسق کھجور اور بیس وسق جو۔

ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع کا وزن ۲۷۰ تولہ ہوتا ہے۔ یعنی (اگر ایک سیر اسّی تولہ کا مانا جائے تو) تین سیر چھ چھٹانک ایک صاع کا وزن ہوگا۔ اور ایک وسق کا وزن دوسو دو سیر آٹھ چھٹانک۔ یعنی پانچ من ڈھائی سیر ہوگا۔ تو اب ۸۰ وسق کھجور کا وزن ۴۰۵ من ۱۰ر ۲۰ وسق جو کا وزن ایک سو ایک من دس سیر۔ الحاصل ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کو ۴۰۵ من کھجور اور ایک سو ایک من جو یعنی تقریباً ۳۴ من ماہانہ کھجور اور تقریباً ۸½ من جو۔

فاقہ کی وجہ لیکن سوال یہ پیدا ہوا کہ جب سالانہ نفقہ پورا پورا ان کو ملجاتا تھا جس میں با فراغت بسر کرسکتی تھیں تو پھر کیا وجہ دو دو ماہ دولتکدہ رسالتماب میں آگ نہیں سلگتی تھی۔ اور کبھی ایسا نہیں

ہوتا تھا کہ دور دور سے متاثر ہو کر روٹی بھی شکم سیر مل جائے - تو حقیقت یہ ہے کہ انداز کا باعث یہ تھا:-
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے لیس بالمومن الذی یشبع وجارہ جائع
وہ مسلمان اس کے لائق نہیں جس کا پڑوسی بھوکا رہے اور وہ پیٹ بھر لے۔

یہی ہے آپ کے اس خطاب کا مظہر جو ہمارے اس تمام بیان کا مبارک عنوان یعنی رحمۃ للعالمین (صلے اللہ علیہ وسلم) یہی ہے حضرت حق جل مجدہٗ کے ان القاب کا تقاضا جو رب العزت سبحانہٗ تعالیٰ نے کلام پاک کے آغاز میں اپنے لئے انتخاب فرمائے یعنی رحمٰن رحیم - رب العلمین - ارحم الراحمین - تم قرآن پاک کو غور سے پڑھو تمہیں بار بار یہ سوچنا پڑے گا کہ کیا کسی فقیر کے ہوتے ہوئے میرے لئے شکم پر کر لینا درست ہو سکتا ہے؟

الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکویٰ بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ○

جو لوگ سونا اور چاندی جوڑ کر رکھتے ہیں اور اسکو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی بشارت سنا دیجئے اُس روز کہ دوزخ کی آگ میں تپایا جائیگا - پھر اس سے اُن کی پیشانیاں پہلو اور کمریں داغی جائینگی اور کہا جائیگا کہ یہ ہے تمہارا خزانہ - اپنے جوڑے ہوئے خزانہ کو چکھو۔

"بر یعنی نیکی کی تفسیر اس طرح فرمائی گئی"

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملئکۃ والنبیین و اٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ
(سورۂ بقرہ)

یہ کوئی نیکی نہیں کہ پورب یا پچھم کو منہ کر لو - ہاں نیکی تو حقیقتاً ان کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور قیامت کے دن اور فرشتوں اور نبیوں پر اور جو کہ اپنی دولت اپنی زندگی میں جبکہ انکو دولت محبوب ہو سکتی ہے اور اسکی ہر وقت ضرورت رہتی ہے) اپنے رشتہ داروں یتیموں مسکینوں - مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دیتے ہیں اور گردنوں کے چھڑانے میں خرچ کرتے ہیں اور جو کہ نماز ٹھیک طور پر قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

یعنی حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے مستحق لاتعداد بیان کر دئے گئے - اسی طرح ہر ایک مومن کے

خرچ کے لئے بھی غیر محدود مواقع بنا دئے گئے۔

پھر جن کو بارگاہ سبحانی میں پسند فرمایا گیا۔ جن پر رضاء الٰہی کی بارشیں ہوئیں ان کی شان یہ فرمائی گئی۔

یؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ دوسروں کو اپنے نفس پر مقدم رکھتے ہیں اگرچہ انکو احتیاج ہو

بیشک عہد رسالت کے آخری دور میں جب مسلمانوں کی مالی حالت کچھ ترقی پذیر ہوئی۔ فتوحات کا دائرہ وسیع ہونے لگا۔ تو زکوٰۃ کے لئے نصاب مقرر کر دیا گیا۔ مثلاً سونے چاندی پر فیصدی ۲½ یعنی چالیسواں حصہ تیس گائے بیل ہوں تو ایک سال کا ایک بچھڑا یا بچھیا۔ چالیس بکریوں پر ایک بکری۔ پیداوار پر دسواں حصہ وغیرہ وغیرہ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عہد رسالت کے تقریباً اٹھارہ سال اسی طرح گذرے کہ زکوٰۃ کے لئے نہ کوئی نصاب مقرر تھا اور نہ ادائیگی کے لئے کوئی تعداد معین تھی۔ اس کے بعد اگرچہ نصاب اور مقدار ادائیگی کی تعیین ہو گئی۔ ترکہ میراث اور وصیت وغیرہ کی بھی تعیین ہو گئی۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ خیر الصدقۃ ما کان عن ظہر غنی (بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ذاتی ضرورتوں سے بچت کے بعد ہو) بال بچوں والوں کو تنبیہ فرمائی گئی۔ تم اپنی اولاد کو غنی چھوڑو۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ اُن کو مفلس قلاش چھوڑ کر مرو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں" مگر با ایں ہمہ یہ بھی اعلان فرما دیا گیا۔ ان فی المال لحقا سوی الزکوٰۃ او کما قال (صحاح) یعنی زکوٰۃ کے سوا بھی مال میں حقوق ہیں ——— اور پھر غزوہ عسرت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ ساز و سامان کے ساتھ اور تین سو دینار دیکر۔ نیز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نصف اثاث البیت دیکر یہ بھی بتا دیا کہ قومی اور ملی ضرورتوں کے لئے زکوٰۃ کے سوا کس طرح دیگر حقوق کو ادا کیا جاتا ہے ——— ممکن ہے دور حاضر کے کمیونسٹ اور سوسلسٹ ان واقعات سے یہی نتیجہ نکالیں کہ اسلام سوشلزم یا بالشوزم کا دوسرا نام ہے۔ مگر ایک لطیف فرق ہے جو اسلام کو ان تمام جدید خیالات سے بالا کر دیتا ہے اسلام افراد کی ملکیت تسلیم کر کے ان کو تاکید سے حکم کر رہا ہے کہ ملک کے بھوکوں ننگوں کا خیال رکھنا تم پر لازم اور فرض ہے۔ اگر تم نہ خیال رکھو گے تو حکومت بھوکوں اور مفلسوں کے لئے ایسی کارروائیاں لامحالہ کریگی جو اُن کے فاقہ کو توڑ سکیں۔ لیکن افراد کی ملکیت کی نفی نہیں کرتا

نتیجۂ کلام اور اہل ملت کا ستم اس مختصر سے بیان کے بعد کسی قدر اندازہ ہو گیا کہ اہل ملک کے فاقہ اور افلاس کو نظام حکومت اور ارباب دولت میں کتنا مرتبہ حاصل ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس ان حضرات پر جو بھوک اور فقر و فاقہ کے نام کو آج اسقدر نفرت سے دیکھ رہے ہیں کہ سیاسی پلیٹ فارموں پر بھی بھوک و افلاس کے ذکر کو دہریت اور لامذہبی بتاتے ہیں انا للہ۔ آئندہ نمبروں میں حضرات خلفاء راشدین کے مصارف اور آمدنیوں کا تذکرہ ہوگا اور پھر اس نظام کو بھی پیش کیا جائیگا جو اہل ملک کی خوشحالی کے لئے اسلام نے منظور فرمایا ہے

والله الموفق۔ محمد میاں عفی عنہ

بانگ جرس

اے حجازی شمع کے خود دار پروانو اٹھو
اے مکین محمل یثرب کے دیوانو اٹھو

اے مئے اسلام کے مخمور مستانو اٹھو
کاروان دین احمد کے حدی خوانو اٹھو

دیو استبداد کے تم خنجر حق بھونکدو
کفر و باطل کو جہنم میں اٹھا کر جھونکدو

کفر کو کافور کردو دین کی تنویر سے
ذبح کردو ظلم کو اسلام کی شمشیر سے

ویدو آزادی جہاں کو بندش زنجیر سے
چیر دو گیتی کا سینہ نعرۂ تکبیر سے

نبض ہستی بند ہے پھر مضطرب کردو اسے
ساز عالم پر سکوں ہے سوز سے بھر دو اسے

تم مجاہد ہو، اشدّاءِ علی الکفار رہو
گردن باطل پہ تم اسلام کی تلوار ہو

تم سراپا زندگی، غیور رہو، خوددار رہو
اپنی تلواریں نکالو اور شعلہ بار ہو

ہاتھ میں تلوار ہو اک ہاتھ میں قرآن ہو
قوت بازو بھی ہے گر قوت ایمان ہو

موت پر لبیک کہنا زندگی کا نام ہے
موت ہی کی جان لینا زندگی کا نام ہے

مضطرب ہو کر بکھرنا زندگی کا نام ہے
اپنی آزادی پہ مرنا زندگی کا نام ہے

موت کی وادی میں ملتا ہے نشان زندگی
موت سے پہلے نہیں ملتی ہے شان زندگی

مرد مومن کو ہے لذت جنگ کے میدان سے
کھیلتا ہے بے خطر ہر دم وہ اپنی جان سے

وہ نہیں ڈرتا ہے روم و فارس و ایران سے
ہے تعلق اسکو سعدؓ و خالدؓ و سلمانؓ سے

اے مجاہد اٹھ کہ اب دنیا میں تیرا کام ہے
ہر مسلماں کی زباں پر بس یہی پیغام ہے

الملك العضوض والخلافة الراشدة

للعلامة الاديب حضرة الاستاذ مولانا عبد الحق المدني الصدر السابق لجمعية علماء الهند

(۳)

الا ترى ان الله تعالى جعل لكل عضو عملا يستقل به۔ فالعين للنظر۔ والاذن للسمع واليد للبطش۔ الى غير ذلك۔ وكل واحد من هذه مستقل بعمله لا يستشير غيره ولا يحتاجه۔ فالعين لا تحتاج الى اليدين في عملها۔ واليد لا تستعين بالاذن عند بطشها۔ ولكن كل واحد من هذه الاعضاء محتاج الى القلب الذى هو الرئيس الاعظم والقائد الاكبر۔ فهم يترقبون امره واليه تنتهي اختياراتهم فاذا اصدر القلب امرا بادرت الجوارح الى امتثاله بدون تردد ولا تفكير۔ وذلك لان التروي والتفكر انما هو من وظائف القلب۔ وهو لم يصدر امرا الا بعد اداء تلك الوظيفة۔ اخطأ فيها ام اصاب فهم يمتثلون اوامر القلب وينفذون

خلافت راشدہ اور قہار حکومتیں

علماء اور عام مسلمانوں کا باہمی تعلق اور اسکی نوعیت

آپ نے کبھی اس پر غور نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک عضو کا مستقل طور پر ایک کام مقرر کر دیا ہے۔ چنانچہ آنکھ کا کام دیکھنا ہے۔ کان سننے کے لئے بنایا گیا ہے ہاتھ پکڑنے کے لئے وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے ہر ایک اپنے کام میں مستقل اور خود مختار ہے دوسرے کا محتاج نہیں چنانچہ آنکھ اپنا کام کرنے میں ہاتھ کی محتاج نہیں۔ ہاتھ اپنی گرفت میں کان سے مدد نہیں لیتا۔ لیکن ان اعضاء میں سے ہر ایک عضو قلب کا ضرور محتاج ہے۔ قلب گویا رئیس اعظم اور قائد اکبر ہے۔ یہ تمام اعضاء اسی کے حکم کے منتظر رہتے ہیں۔ اور قلب ہی ان کے اختیارات کی آخری حد ہے۔

جب قلب کوئی حکم صادر کرتا ہے تو متعلقہ اعضاء اس کے امتثال کی طرف سبقت کرتے ہیں۔ اور تعمیل حکم کے وقت نہ خود سے اس پر غور کرتے ہیں اور نہ اپنے فکر سے کام لیتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ غور و فکر ان کا کام ہی نہیں۔ یہ کام قلب کا ہے اور وہ جب بھی کوئی حکم صادر کرتا ہے تو سوچ سمجھ کر خواہ وہ اپنے فکر و غور میں غلطی کرے۔ یا راہ راست حاصل کرے۔ بہرحال تمام اعضاء اوامر قلب کی تعمیل کرتے رہتے ہیں اور قلب کے ارادہ کو عملی جامہ پہناتے رہتے ہیں۔

ارادته على اى حال ولو ادى الى اهلاكهم ولذلك ترى كثيراً من الناس يقتل نفسه۔ بشنق او ذبح۔ او تردٍ من جبل يتحمل ذلك وهو بكمال عقله وصحة مزاجه والعهدة فى جميع ذلك على القلب۔ ولذلك قال صلى الله عليه وسلم۔ الا ان فى الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله۔ الا وهى القلب

ولما كان الانسان هو العالم الاصغر۔ فلنعتبر احوال العالم الاكبر بجميع احواله وانى لست بصدد بيان ذلك من جميع الجهات ولكنى اشير الى بعض الجهات التى يدور عليها محور بحثى۔ كما ترى

فاعلم ان الله تعالى قد خص كل حرفة بقوم هم لها عاملون۔ بحيث لا يحتاج بعضهم بعضا فى نفس تلك الصناعة۔ فالنجارة للنجار والزراعة للزراع۔ والقيانة للحداد۔ فهولاء مستقلون باعمالهم وفصل القضايا حرفة من الحرف۔ وقد خص بها العلماء۔ فهم لا يحتاجون غيرهم فى اجراء تلك الوظيفة

خواہ کچھ بھی ہو اور خواہ کوئی حالت بھی ہو۔ خواہ وہ ان کو ہلاک اور برباد ہی کردے۔

یہی سبب ہے کہ آپ بہت سے آدمیوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ گلا گھونٹ کر۔ ذبح کرکے یا پہاڑ سے گر کر خودکشی کر لیتے ہیں۔ قلب ان تمام چیزوں کا عقل اور ہوش وحواس کی صحت اور درستی مزاج کے باوجود ارادہ کیا کرتا ہے۔ ان تمام افعال کی ذمہ داری قلب پر ہوتی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ دیکھو بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست رہتا ہے تو تمام بدن درست رہتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے۔ دیکھو وہ پارچہ گوشت۔ قلب ہے۔ اور جب کہ علماء محققین کے قول کے بموجب انسان عالم اصغر (چھوٹی دنیا) ہے۔ تو عالم اکبر (یعنی حقیقی دنیا) کے حالات کو اسی عالم اصغر کے حالات پر قیاس کرنا چاہئے۔ رہا موضوع کلام اسوقت عالم اصغر اور عالم اکبر کی بحث نہیں۔ اس لئے اس سلسلہ میں وہی چند چیزیں بیان کی جاتی ہیں جن پر ہماری بحث کا مدار ہے۔ — غور فرمائیے کہ خداوند عالم نے ایک ایک پیشہ ایک ایک جماعت کے ساتھ خاص کر دیا ہے یہ جماعت اس پیشہ سے پوری طرح واقف ہوتی ہے۔ وہ اس صناعت اور پیشہ میں کسی دوسری جماعت کی محتاج نہیں ہوتی چنانچہ نجارۃ (بڑھئی کا کام) بڑھئیوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ زراعت کاشتکاروں کے ساتھ اور آہنگری لوہاروں کے ساتھ۔ یہ لوگ اپنے اپنے پیشہ میں مستقل ہیں۔ فصل قضایا (مقدمات کا فیصلہ کرنا) حکم و احکام بھی ایک خاص صنعت ہے جس کے ساتھ علماء کو خاص کیا گیا ہے۔ لامحالہ وہ دوسرے اہل صنعت کی طرح اپنے فرض کی ادائیگی میں مستقل ہیں دوسروں کے محتاج نہیں۔

فاذا اصدروا امرًا وجب على العامة اتباعه بدون تردد ولا تفكر فيما قالوه اذ التروی والتفکر من وظائف العلماء وهم لا يصدرون امرًا ولا يفصلون قضية الا بعد التفكر التام والبحث والتمحيص بقدر الطاقة البشرية واما العامة فلا حظ لهم فی ذلك لانه ليس من وظائفهم - ولو فوضنا ذلك اليهم لاختل نظام العالم لتشعب الآراء واختلاف الاهواء - اذ لابد لمعرفة الحق والقضاء به من جماعة تنقطع عندها الآراء وتنتهی لديها الاقوال وتجبر العامة على الاذعان والانقياد لما اتفقت عليه كلمة تلك الطائفة المعدة لذلك بمقتضى القانون الالهی الذی بايديهم والعهدة فی ذلك عليهم فان اصابوا اثيبوا - وان تعمدوا الخطاء اخذ الجبر بمتهم - (عليهم ما حملوا وعليكم ما حملتم) و بفسادهم تفسد الرعية كما تقدم انه بفساد

پس جب وہ کوئی حکم صادر کریں تو عام مسلمانوں پر اسکی اتباع لازم ہوگی - اور اُن کو اس میں بحث و تمحیص کا حق حاصل نہ ہوگا - کیونکہ غور و فکر (استنباط اور قیاس - فتوی اور فیصلہ) علماء کے مخصوص فرائض ہیں اور علما جب بھی کوئی حکم صادر کرتے ہیں یا کسی معاملہ کا فیصلہ کرتے ہیں تو مکمل غور و فکر اور کامل اور کافی بحث و تمحیص کے بعد - جہاں تک انسانی طاقت کی آخری حد ہے - بہر حال عوام الناس کو اس میں کوئی حصہ نہیں - کیونکہ یہ ان کے فرائض میں داخل ہی نہیں - اور اگر ہم یہ بھی انہیں کے سپرد کر دیں تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے - کیونکہ طرح طرح کی رائیں ہوں گی اور قسم قسم کی آرزوئیں -

وجہ یہ ہے کہ حق و صداقت کو پہچاننے اور اس کے بموجب فیصلہ کرنے کے لئے ایک جماعت ہونی چاہیے جس کے سامنے پہنچکر رائے اور فکر کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور اقوال و افکار کی آخری حد ختم ہو جائے پھر عوام کو اسی پر مجبور کیا جائے کہ وہ اسی فیصلہ پر اپنا عقیدہ پختہ کریں - اور اسی کے سامنے گردنیں جھکا دیں جس پر اس جماعت کا اتفاق ہو جائے - جو اس قانون الہی کے تقاضے کے بموجب جو ان کے سامنے ہے اسی لئے تیار کی گئی ہے - (کہ سوچے اور صحیح فیصلہ کرے)

اس فیصلہ کی تمام ذمہ داری اس جماعت کے سر ہوگی - اگر وہ درست فیصلہ کریں گے تو عند اللہ ثواب کے مستحق ہوں گے - اور اگر جان بوجھ کر خطا کریں گے تو خدا کے ہاں اپنے جرم میں ماخوذ ہوں گے - (ارشاد مبارک ہے جو ان کے ذمہ کیا گیا ہے اس کے وہ ذمہ دار ہیں اور جس کا بار تم پر ڈالا گیا اس کے تم ذمہ دار ہو)

لامحالہ یہ جماعت وہ ہے کہ اسکی خرابی سے ساری رعیت خراب ہو جاتی ہے - جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا

القلب تفسد الجسد کلہ اذ لا یخفی ان البدن لا یفسد بفساد ای عضو سوی القلب اذ لا یخفی ان البدن لا یفسد بفساد ای عضو سوی الجسد یعنی ان فساد احد الاعضاء لا یسری الی الآخر ولا یؤثر فیہ۔ ففساد الرجلین لا یؤثر فی الیدین وفساد العین لا یؤثر فی الاذنین وھکذا نظام العالم۔ فان فساد النجار لا یؤثر فی الحداد الی غیر ذلک مما لا یخفی وبداھۃ العقل شاھدۃ علی ذلک نعم بفساد العلماء یفسد نظام العالم کلہ وقد اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ذلک بقولہ یا معشر القراء استقیموا فقد سبقتم سبقا بعیدا (الحدیث) (بخاری شریف)

کما قیل۔ یا معشر القراء یا ملح البلد ✲ ما یصلح الملح اذا الملح فسد

وقیل یداوی بماء من یغص بلقمۃ　　وکیف یداوی من یغص بماء

وبالجملۃ فھذہ معترضۃ تمس بالعلماء۔ فلیعتبروا۔ فان العبء ثقیل والناقد بصیر۔

کہ قلب کے فساد سے سارا بدن بگڑ جاتا ہے۔ یہ پوشیدہ بات نہیں کہ قلب کے سوا بدن کے کسی عضو کے فساد کا اثر سارے بدن پر نہیں پڑتا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی ایک عضو کی خرابی دوسرے عضو تک سرایت نہیں کرتی نہ دوسرے عضو پر اثر انداز ہوتی ہے۔ چنانچہ پیروں کے بگاڑ سے ہاتھ نہیں بگڑتے اور نہ آنکھ کی خرابی کانوں کو بہرا بناتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس نظام عالم بھی ہے۔ بڑھئی کے بگڑ جانے سے لوہار نہیں تباہ ہوتے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کی مثالیں پوشیدہ نہیں۔ اور بداہتِ عقل اس کی شہادت دے رہی ہے۔ ہاں علماء کے بگڑ جانے سے سارے عالم کا نظام بگڑ جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے جماعت قراء سیدھے راستے پر چلو تم لوگ بہت آگے بڑھ چکے۔ اگر تم۔ کسی شاعر کے شعر کا ترجمہ ہے کہ اے قراء (قرآن خوانوں) کی جماعت۔ اے وہ لوگو جو شہر کی مزہ داری میں نمک کی حیثیت رکھتے ہیں جب نمک ہی خراب ہو جائے تو بتاؤ نمک کو کیا چیز درست کرتی ہے۔

(دوسرے شعر کا ترجمہ ہے) جو لقمہ گلے میں پھنس جاتا ہے اس کو پانی سے اتارا جاتا ہے لیکن جب خود پانی پھنس جائے تو اس کا کیا علاج؟

بہرحال یہ سلسلہ کلام کی ایک درمیانی بحث تھی جس کا علماء کرام سے تعلق ہے۔ ضرورت ہے کہ اس سے سبق حاصل کریں۔ بار گراں ہے اور تنقید کرنے والا بصیر اور سمجھدار

(باقی)

(یعنی اے قاریو! سیدھے رہو تم بہت آگے بڑھ چکے ہو (بخاری شریف))

حقیقتِ عبادت

(از جناب مولوی عبدالباری صاحب چاٹگامی بادا باقیوی متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد)

عبد و معبود کے رشتہ کی استواری کے لئے عبادت ایک لازمی شے ہے۔ اس وقت ہمیں عبادت کی حقیقت پر بالاجمال روشنی ڈالنی ہے۔ کیونکہ بہت سے اعمال انسان سے لاعلمی میں ایسے سرزد ہوتے ہیں جو بظاہر عبادت معلوم ہوتے ہیں مگر درحقیقت عصیان اور نافرمانی کے آئینہ دار ہیں۔ اس کی تفصیلات کے لئے تو ایک دفتر چاہیئے مجملاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ شارع علیہ السلام کی فرمانبرداری کا نام عبادت ہے۔ شریعت کے جملہ اوامر و نواہی (احکام و منہیات) کی اطاعت ہی عبادت حقیقی ہے۔ اسکے خلاف گناہ ہی گناہ۔

اس طویل بحث کو معبود حقیقی نے ایک مختصر سی آیت میں تعلیم فرمادیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

ما آتٰکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا یعنی اے میرے بندو رسول جو کچھ تم کو (حکم) دے اسکو لیلو (اسپر عمل کرو) اور جن امور سے تمکو منع کرے اُن سے باز رہو۔

اس ارشاد سے ظاہر ہوگیا کہ خلاف شرع اگر کوئی شخص بڑے سے بڑا نیک عمل بھی کرے گا اس کا مقبول ہونا تو درکنار ــــ مردود ہوگا۔ گناہ عظیم کہلائیگا۔ مثال کے طور پر نماز ہی کو لے لیجئے جو اعلیٰ عبادات میں سے ہے لیکن اوقات مکروہ یا مغصوبہ زمین پر نماز ادا کی جائے تو نہ صرف یہ کہ نماز نہ ہوگی۔ بلکہ یہ فعل گناہ ہوگا۔ اسی طرح روزہ جو محبوب ترین عبادت ہے۔ مگر ایام تشریق و عیدین میں روزہ رکھنا بجائے ثواب کے موجب عذاب ہے کیونکہ یہ شارع علیہ السلام کے حکم کے خلاف ہے۔

دوسری مثال منہیات کی لیجئے کہ لہو و لعب کچھ اچھی چیز نہیں۔ مگر اپنی بیوی کے ساتھ خوش طبعی موجب خوشنودی الٰہی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوگیا کہ عبادت درحقیقت شارع علیہ السلام کے احکام کی فرمانبرداری کا نام ہے اور جملہ عبادات اسی وقت عبادت کہلانے کی مستحق ہوسکتی ہیں جبکہ وہ موافق حکم شرع ہوں۔ بنابریں ہماری فلاح حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے نقش قدم پر چلنے میں ہے اور راہ اس کے خلاف قدم اٹھانا خسران اور گمراہی ہے۔ اسی چیز کو حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی نے بکمال اختصار اسطرح بیان کیا ہے ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

امر و نہی کی مذکورہ آیت سے جہاں یہ ثابت ہوا کہ شارع علیہ السلام کے حکم کی موافقت عبادت حقیقی ہے اور اس کے خلاف گناہ۔ وہاں یہ بھی ثابت ہوگیا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی اطاعت خداوندی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم حضور سرور دو عالم کے احکام پر کہاں تک چلتے ہیں۔ ہمیں اپنی زندگی کے ہر شعبہ کو اس نمونہ کے موافق ڈھالنا ضروری ہے۔ اگر ہمارے اعمال نمونہ سے ذرا بھی مختلف ہیں تو مقبول نہیں ہوں گے۔ اس کو ایک موٹی سی مثال سے سمجھئے۔ مثلاً کسی خیاط کو ایک شیروانی بنانے کے لئے کپڑا دیں اور ایک تیار شدہ شیروانی بطور نمونہ اس کے ساتھ دیں۔ اور نمونہ کے بالکل مطابق تیار چاہیں۔ اگر تیاری کے بعد اس شیروانی کی ایک آستین لانبی ہو جائے تو انصافاً درزی کو اجرت کا مستحق قرار دیں گے یا جرمانہ کا؟ یہی حال ہمارا ہونے والا ہے کہ اگر ہمارے اعمال شریعت کے موافق نہ ہوئے تو اُلٹے منھ پر مارے جائیں گے۔ فلاح و انجاح کہاں!

ملفوظات مولینا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ

(از مولانا حافظ محمد یوسف صاحب انصاری گنگوہی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

فصل پروانہ نے عرض کیا کہ دن رات میرا دل میری جان حضور کی خدمت میں ہے لیکن اپنی غیر معمولی فرائض اور مصروفیتوں کی وجہ سے خدمت اقدس میں حاضری سے قاصر رہتا ہوں۔ فرمایا کہ یہ کام جو تم کرتے ہو اور جس میں تم مشغول رہتے ہو یہ بھی خدا کے کام ہیں۔ کیونکہ اس کی وجہ سے مسلمان امن وامان کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ تم نے اپنا تن من دھن سب مسلمانوں کی فارغ البالی کیلئے وقف کر رکھا ہے۔ تاکہ مسلمان امن وعافیت میں رہکر عبادت میں مشغول ہوں۔ لہذا یہی کار خیر ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے امور خیر کے انصرام کی رغبت اور اس کا رجحان تمہیں وافر عطا فرمایا ہے۔ یہ دلیل عنایت حق تعالیٰ ہے۔ اگر اس رغبت میں خلل واقع ہو تو عدم التفات اور بے عنائتی کی نشانی ہوگی۔ یعنی گویا حق تعالیٰ نہیں چاہتے کہ تم سے ایسے نیک کام انجام پاویں اور ان کی وجہ سے تم مستحق ثواب عظیم ہو۔ اور درجات عالیہ میں اس کی مثال یوں ہے کہ حمام کی گرمی گھانس پھونس سے ہے۔

حق تعالیٰ ایسے اسباب پیدا فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ صورت میں برے اور ناگوار ہیں لیکن وہ حقیقتاً عنایت اور کرم ہیں۔ کیونکہ گھانس پھونس گو بظاہر مکروہ اور ناگوار چیز ہے۔ لیکن چونکہ اس سے حمام گرم ہوتا ہے اور خلق اللہ کو آرام ملتا ہے اس لئے گھانس پھوس کا وجود عین رحمت ہے کہ خلق اللہ کے لئے موجب آسائش ہے۔ یہی حال تمہاری مشغولیتوں کا ہے کہ گو بظاہر خلاف طبع ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیگر امور دینیہ میں حارج ہیں۔ لیکن چونکہ خلق اللہ کو ان سے نفع پہنچتا ہے۔ لہذا وہ عین رحمت اور کار خیر ہیں۔

اسی درمیان میں بعض احباب آگئے۔ مولانا نے عذر کیا کہ اگر میں اس وقت تمہارے لئے تعظیماً کھڑا نہ ہوں اور تمہاری مزاج پرسی نہ کروں تو یہ عین احترام ہوگا۔ اس لئے کہ ہر چیز کا احترام محل اور موقع کے اعتبار سے جدا گانہ ہوتا ہے۔ مثلاً حالت نماز میں باپ بھائی یا دوستوں کی مزاج پرسی نہ کرنا تعظیم وتکریم نکرنا۔ اور ان سے بالتفات پیش نہ آنا۔ عین التفات اور نوازش ہے اس لئے اگر وہ آنے والوں کی تعظیم کرتا تو عبادت واستغراق سے جدا ہوجاتا۔ اس کی نماز میں خلل

پڑتا تو آنے والا مستحق عذاب ہوتا۔ لہذا اس نے عدم التفات اور عدم تعظیم کی وجہ سے آنے والوں کو عذاب سے بچا دیا۔ اور اس سے زیادہ کیا التفات ہو سکتا ہے کہ ایسی چیز سے اجتناب کیا جو ان کے لئے موجب عذاب ہوتی ہے۔ دوستوں نے پوچھا کہ نماز سے زیادہ بھی کوئی تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ فرمایا کہ وہ بھی نماز ہی ہے۔ لیکن نماز محض اس صورت ظاہری کا نام نہیں ہے۔ یہ تو ڈھانچہ یا نماز کا قالب ہے۔ کیونکہ اس نماز کا اول و آخر ہے اور ہر وہ چیز جس کا اول و آخر ہو وہ ڈھانچہ ہوتی ہے۔ تکبیر اول نماز ہے اور سلام آخر نماز اسی طرح شہادت صرف وہ نہیں ہے جو زبان سے ادا کی جاتی ہے اس کا بھی اول و آخر ہے۔ ہر وہ چیز جو حرف و صوت یا صورت میں ہمارے سامنے آئے اور اس کا اول و آخر بھی ہو وہ قالب ہوگی۔ البتہ جان و روح کی کوئی کیفیت یا نہایت نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کا اول و آخر بھی نہیں ہوتا۔ اس نماز کو انبیاء نے پیدا کیا ہے۔ مگر اب جس ہستی نے اس نماز کو از سر نو پیدا کیا ہے۔ وہ یوں فرماتی ہے۔ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ نبی مرسل ولا ملک مقرب۔ ترجمہ میرے اور خدا کے درمیان ایک وقت ایسا آتا ہے جس میں کسی مرسل اور فرشتہ مقرب کی گنجائش نہیں ہوتی) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جان نماز صرف یہ صورت نہیں ہے بلکہ استغراقی اور بیہوشی جان نماز ہے ان صورتوں کی تو وہاں تک رسائی بھی نہیں ہے حتی کہ جبریل علیہ السلام جو معنی محض ہیں ان کی بھی رسائی نہیں ہے کہتے ہیں کہ مولانا بہاؤ الدین قدسنا اللہ سرہ العزیز کو ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ عالم استغراق میں ہیں۔ نماز کا وقت آیا بعض مریدوں نے آواز دی کہ مولانا نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ مولانا نے ان کے کہنے پر کوئی التفات نہیں فرمایا۔ وہ لوگ اٹھے اور نماز میں مشغول ہو گئے صرف دو مرید شیخ کی متابعت میں بیٹھے رہے۔ نماز کے لئے نہ اٹھے۔ وہ مرید جو نماز میں شامل ہوئے ان میں سے ایک کا نام خواجگی تھا چشم باطن سے ان پر منکشف ہوا کہ امام اور تمام نمازی قبلہ کی طرف پیٹھ کئے ہوئے ہیں اور صرف وہ دو مرید جو شیخ کے پاس بیٹھے رہے تھے وہ رو بقبلہ ہیں کیونکہ شیخ تو بفحوائے آیت موتوا قبل ان تموتوا" حالت خودی یعنی تن من دھن سے گذر کر فنا فی اللہ ہو چکے تھے انکی ہستی حق میں حل کر فنا اور ہلاک ہو چکی تھی۔ جو کچھ تھا حق اور نور حق ہی تھا۔ اور جو نور حق سے منہ موڑ کر دیوار کے طرف منہ کرے وہ بالیقین قبلہ سے روگردان ہوگا۔ کیونکہ شیخ تو اس وقت جان قبلہ ہو چکا ہے اور مخلوق جس قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے ہے اس کعبہ کو تو نبی نے بنایا ہے جو تمام عالم کا قبلہ گاہ بن گیا ہے اگر اسکی ذات قبلہ کہی جائے تو وہ بطریق اولی قبلہ ہوگی۔ کیونکہ موجودہ قبلہ اسی کی وجہ سے قبلہ ہوا ہے۔

(باقی باقی)

مقاصد رسالہ

الف "سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور بالخصوص اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک اور مستند حالات پیش کر کے مسلمانوں کی مذہبی سیاسی اور اقتصادی یعنی مالی صنعتی و تجارتی اصلاح: (ب) تاریخ عالم اور اقوام دنیا کے عروج و زوال کے فلسفہ اور وجوہات پر بحث کر کے مسلمانوں میں جذبات ترقی و عروج پیدا کرنا" ٭ ٭

(ج) عربی طلبہ میں عربی زبان کا مذاق پیدا کرنا ٭ ٭ ٭ ٭

(د) ہندوستان و حجاز میں صحافتی رابطہ قائم کرنا" ٭

علماء کرام اور طلبہ کو مژدہ!

عربی زبان میں مضمون نگاری کی ضرورت کا احساس عرصہ سے کیا جا رہا ہے: رسالہ قائد نے بنام خدا اس ضرورت کے پورا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ کم از کم دو ورق اس مقصد کے لئے خاص رہیں گے: جن میں عربی مضامین اور عربی اشعار ہوں گے حضرت علامۃ الحاج مولانا محمد اعزاز علی صاحب ادیب عرب حضرت مولینا عبد الحق صاحب مدنی مدیر جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد اس حصہ کی خصوصیت سے سرپرستی فرمائیں گے

انصاری گھٹی

چونکہ تندرست بنانے والی ہے ان کے تمام [illegible]

[illegible]

انصاری دواخانہ فیل خانہ مراد آباد

عکس ارشادات مبارکہ

سیدنا شیخ الاسلام مجاہد جلیل حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب "مدنی دام ظلہم" سرپرست رسالہ قائد

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میں نے رسالہ قائد کے بعض بعض مضامین دیکھے ہیں مجھے پہلے ہی سے اسکے کارکنوں سے واقف ہونے کی وجہ سے ماشاء اللہ ماہرین علم و فضل اور صحیح الخیال مخلص اور اہل کمال افراد ہیں۔ انہیں میں سے بہت سے حضرات نے خدمات ملیہ اور وطنیہ میں عالی ہمتی کے ساتھ بہت سی قربانیاں بھی دی ہیں مجھکو قوی امید ہے کہ قوم مسلم اور تمام ہندوستانیوں کیلئے ان حضرات اور اس رسالہ کی رہنمائی نہایت صحیح اور بہت زیادہ مفید اور کارآمد ہوگی۔ میں تمام ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی ہمت افزائی کریں اور اسکی خدمت میں پیش از پیش حصہ لیکر اپنے فرائض سے سبکدوشی حاصل کریں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو پیش از پیش توفیق عمل اور توفیق اصلاح اور ترقی عطا فرمائے آمین۔ وباللہ التوفیق

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۱۶ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ

ترسیل زر کا پتہ

مولوی حکیم انظار احمد فیل خانہ "مراد آباد"

(مولانا سید) احمد میاں پرنٹر و پبلشر نے شاہی برقی پریس میں چھپوا کر شائع کیا

مستقل عنوانات

جن کے ماتحت مستند اور دلچسپ مضامین ہر رسالہ میں آتے رہیں گے

(۱) تعلیمات فرقان و احادیث

(۲) ترجمہ تفسیر ابن کثیر "

(۳) سیرت مقدسہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

(۴) تاریخ عالم " ٭ ٭ ٭

(۵) سیرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین " ٭ ٭ ٭ ٭

(۶) سیرت اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین " ٭ ٭ ٭ ٭

(۷) تاریخ اسلام " ٭ ٭ ٭

(۸) فقہیات یعنی دینی مسائل کے سلسلہ میں حضرت علامہ ابو الفضل مجد الدین عبد اللہ موصلی متوفی ۶۸۳ھ کی مشہور مگر نایاب اور قلمی کتاب "المختار للفتوی مع ترجمہ و حاشیہ"

(۹) نادر اور قلمی کتابوں کی اشاعت

(۱۰) سیاسیات مسلم " ٭ ٭ ٭

(۱۱) اقتصادیات مسلم " ٭ ٭ ٭

(۱۲) سیاسیات حاضرہ " ٭ ٭

(۱۳) سیاسی روزنامچہ " ٭ ٭

(۱۴) فلسفہ ایمان " ٭ ٭ ٭

(۱۵) علمی اور اصلاحی افسانے

(۱۶) ادبیات " ٭ ٭ ٭

(۱۷) زنات العرب یعنی تازہ بتازہ عربی اشعار اور مضامین " ٭ ٭

٭ واللہ الموفق و المعین ٭

تصدیق کے لئے نمونہ طلب فرمایئے (پتہ صاف تحریر فرمایئے)

معجون تحفہ زنبرد

جملہ امراض کے لئے اکسیر ہے دماغ اور قلب و جگر۔ جملہ اعضاء رئیسہ اور امساک و قوت باہ کے لئے بے نظیر ہے۔ مجربات اطباء کے سینہ بسینہ نسخوں کا انمول موتی ہے قیمت قسم اول ۵ر تولہ خوراک ۲ ماشہ قسم دوم ۱۲ ر تولہ خوراک ۴ ماشہ

انصاری دواخانہ فیل خانہ مراد آباد

مرزوہ دار الکتابت مراد آباد

Only Title Printed at Islah Prtg. Works, M. B.